

حَضْرَتِ اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي

قرآنی کا قصہ

تفسیر و دروس

Q

297.16

ف 67 ح

93735

پروفیسر اکرم رضا اللہی

دار النور اسلام آباد

حَضْرَتِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُنِي

قرآنی کا قصہ

تفسیر و دروس

پروفیسر اکٹر فضل الہی

دار النور اسلام آباد

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

ناشر

دار النور - اسلام آباد

موبائلز: 0333 - 5139853
0321 - 5336844

۲۹۲۶۱۶
۷۶۷
۹۳۷۳۵

اشاعت _____ 2009 ء
تعداد _____ 1100
اہتمام _____ قذوسیہ اسلامک پریس
قیمت _____ 85/- روپے

پاکستان میں ملنے کا ہے

مکتبہ قذوسیہ

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Tel # +92-42-7351124 , +92-42-7230585

E-mail: info@quddusia.com

www.QUDDUSIA.com

نہایت پر فضائل

پیش لفظ

- ۱۷ تمہید
- ۲۰ کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں
- ۲۰ کتاب کا خاکہ
- ۲۰ شکر و دعا

۲۲ قصے کے بارے میں آیات کریمہ اور ان کا ترجمہ
(۱)

﴿وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي﴾

تفسیر:

- ۲۵ تین معانی
- ۲۶ درس ۱: اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کرنا:
ہجرت کا بہترین بدل:
- ۲۷ تین دلائل
- ۲۸ سیرت ابراہیم علیہ السلام اور تاریخ عالم کی شہادت
درس ۲: مقصود عمل رضائے الہی کا حصول:
- ۲۸ تین دلائل

(ب)

﴿سَيِّهْدِيْنَ﴾

تفسیر:

۱: اس کے دو معانی:

۳۰ ۱: اس سفر میں راہنمائی

۳۰ ۲: دین میں راہنمائی

۳۰ دین میں راہنمائی کے دو معانی

۳۱ ب: دعا میں کمال یقین کے اظہار کا سبب

درس ۳: ہدایت کا من جانب اللہ ہونا:

۳۱ چار دلائل

..... حضرات انبیاء علیہم السلام کا اپنے رشتہ داروں کو ہدایت نہ دے پانا

درس ۴: اہمیت ہدایت اور اس کا اللہ تعالیٰ سے مانگنا:

۳۳ چار دلائل

درس ۵: قبولیت دعا کا یقین:

۳۶ دو دلیلیں

(ج)

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

تفسیر:

۱: ابراہیم علیہ السلام کا بیٹا طلب کرنا:

- ۳۷ (وَهَبْ) کا بلا قید بیٹے کے عطا کرنے کے لیے استعمال ۳۷
- ب: ہجرت کے وقت احساسِ تنہائی پر اس دعا کا کرنا ۳۸
- ج: ابراہیم علیہ السلام کا بیٹے کے صالحین میں سے ہونے کی دعا کرنا ۳۸
- (الصلاح) کا اعلیٰ ترین صفات میں سے ہونا:
- ۳۸ ابراہیم، یوسف اور سلیمان علیہم السلام کا صالحین میں شمولیت کا سوال
- درس ۶: اولاد دینے کا اختیار صرف اللہ رب العزت کو ہونا:
- ۳۹ ارشادِ ربانی: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ الآيتين
- درس ۷: اللہ تعالیٰ کے بہترین ناموں کے ساتھ دعا کرنا:
- ۴۰ ارشادِ ربانی: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ﴾ الآيتين
- ۴۱ امام بخاری کا ایک باب کا تحریر کردہ عنوان
- درس ۸: ولادت سے قبل بیٹے کے نیک ہونے کی فکر:
- شیخ ابن عاشور کا بیان
- ۴۱ ا: ذکرِ یا علیہ السلام کی دعا: ﴿رَبِّ هَبْ لِي﴾ الآية
- ۴۲ ب: جنتی شخص کی دعا: ﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي﴾ الآية
- (د)
- ﴿فَبَشِّرْ نَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾
- تفسیر:
- ۴۲ ا: اس میں تین بشارتیں ۴۲
- ب: صفت (حلم) کی عظمت:

۴۳ اللہ تعالیٰ کا اسے پسند فرمانا

۴۳ ج: ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس صفت کا قرآن کریم میں ذکر.....

۴۴ اس صفت کے متعلق بعض مفسرین کا بیان

۴۴ د: ابراہیم علیہ السلام کو دونوں بیٹوں کا بڑھاپے میں ملنا.....

۴۴ بوڑھے والد کے لیے (حلیم) بیٹے کی اہمیت.....

ہ: (غلام حلیم) سے اسماعیل علیہ السلام کا مراد ہونا:

۴۴ تین دلائل

و: (غلام حلیم) اور (غلام حلیم) بشارتوں میں فرق:

۴۶ ا: پہلی کا اسماعیل اور دوسری کا اسحاق علیہ السلام کے متعلق ہونا.....

۴۶ ۲: پہلی کا فرمائش پر اور دوسری کا بطور انعام ملنا.....

درس ۹: ظاہری اسباب کی کمزوری کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فریادوں کو سننا:

۴۷ دو دلیلیں

درس ۱۰: اللہ تعالیٰ کا بندے کی طلب سے زیادہ عطا فرمانا:

۴۸ ارشادِ ربانی: ﴿وَأَتُكْمُ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ﴾.....

۴۸ بعض مفسرین کا بیان

۴۸ ابراہیم علیہ السلام کو طلب سے زیادہ عطا فرمانا

(۵)

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ آيَاتٍ
أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾

تفسیر:

- ۴۹ ا: (والد کے ساتھ.....) کہنے کی حکمت
- ۴۹ حکم الہی کے بعد ذبح کرنے کے متعلق بیٹے سے مشورہ کی پانچ حکمتیں
- ۵۰ درس ۱۱: اولاد کے متعلقہ خیر کے معاملات میں ان سے مشاورت
- ۵۰ تشبیہ: ہر قسم کی اولاد اور ہر مسئلہ قابل مشاورت نہیں ہوتا

(۶)

﴿قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ
الصَّابِرِينَ﴾

تفسیر:

- ۵۱ ا: ﴿يَا أَبَتِ﴾ کا اصل
- ۵۱ ب: ﴿افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ سے مراد
- ۵۱ ج: ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ﴾ سے مراد
- ۵۲ درس ۱۲: باپ کے ساتھ گفتگو میں ادب، احترام، محبت اور پیار کا اظہار
- ۵۲ درس ۱۳: اچھے کام میں والدین کے ساتھ تعاون کرنا
- ۵۳ کعبہ اللہ کی تعمیر میں بھی اسماعیل علیہ السلام کا تعاون

درس ۱۴: مشیتِ الہی کے بغیر کسی کام کا نہ ہونا:

۵۴ تین دلائل

درس ۱۵: خیر کے کام میں طلبِ اعانت پر اظہارِ تعاون کرنا:

۵۵ غزوہ بدر کے موقع پر حضراتِ صحابہ کا اظہارِ جاں نثاری

(ز)

﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾

تفسیر:

۵۷ ا: ﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا﴾ کی تفسیر میں چار اقوال

۵۷ ب: ﴿وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾ کی تفسیر میں دو اقوال

۵۸ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما

درس ۱۶: حکمِ الہی کی بلا تردید تعمیل:

۵۹ ارشادِ ربانی: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ...﴾ الآية

درس ۱۷: عہد و پیمان کی پابندی:

عقل و ایمان والوں کی عہد کی پاسداری:

۵۹ تین دلائل

اسماعیل علیہ السلام کے ایفائے عہد کی تعریف:

۶۰ ارشادِ ربانی: ﴿إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ...﴾ الآية

(ح)

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا اِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾

تفسیر:

ایک سوال اور اس کا جواب:

- ۶۱ دو مفسرین کے اقوال
- درس ۱۸: حکم الہی کی تعمیل کے لیے نتیجے کا حصول شرط نہیں:
- ۶۲ تین دلائل

(ط)

﴿إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

تفسیر:

ا: احسان سے مراد:

- ۶۳ ب: علامہ قرطبی اور امام ابن قیم کا بیان
- درس ۱۹: احسان کی وجہ سے مصائب سے خلاصی:
- ۶۵ قاضی ابوسعود کا بیان
- اس سنت الہیہ کا سب کے لیے ہونا:
- ۶۵ حافظ ابن کثیر کا بیان
- ۶۵ ارشادِ ربانی: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ

(ی)

﴿إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ﴾

تفسیر:

- ۶۶ ابراہیم علیہ السلام کی شدتِ آزمائش بر دلالت کرنے والی سات باتیں
درس ۲۰: بندوں کی آزمائش کا سنتِ الہیہ ہونا:
- ۶۷ تین دلائل
درس ۲۱: بلند مقام والے لوگوں کی آزمائش کا شدید ہونا:
- ۶۹ حدیث سعد رضی اللہ عنہ: ”یا رسول اللہ! أیُّ الناسِ أشدُّ بلاءً؟.....“

(ک)

﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ﴾

تفسیر:

- ۷۰ ا: ﴿وَفَدَيْنَاهُ﴾ سے مراد.....
ب: اللہ تعالیٰ کی طرف فدیہ دینے کی نسبت کا سبب.....
۷۰ ج: ﴿بِذَبْحٍ﴾ سے مراد.....
د: ﴿عَظِيمٍ﴾ کہنے کے تین اسباب.....
درس ۲۲: حسبِ مشیتِ تخلیق پر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ:
ارشادِ ربانی: ﴿يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ.....﴾ الآية.....
تخلیق کے لیے [كُنْ] فرمانے کا کافی ہونا:

چار دلائل ۷۱

حکم الہی سے پلک جھپکتے چیز کا وجود میں آنا:

﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ..... الآية..... ۷۳

(ل)

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ. سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ. كَذَلِكَ نَجْزِي

الْمُحْسِنِينَ﴾

تفسیر:

۷۳ ا: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ کی تفسیر میں تین اقوال ۷۳

۷۴ ب: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ کی تفسیر میں تین اقوال ۷۴

ج: ﴿كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾:

۷۵ I: [ذلك] کا مشارا لیه ۷۵

۷۵ II: [المحسنين] سے مراد ۷۵

درس ۲۳: اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کے لیے قبولیت عامہ:

۷۵ دو دلیلیں ۷۵

(م)

﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ﴾

تفسیر:

۷۷ ﴿عِبَادِنَا﴾ کے متعلق علامہ قرطبی کا قول ۷۷

۷۷ ﴿المؤمنين﴾ کے متعلق دو مفسرین کے اقوال ۷۷

درس ۲۴: احکامِ الہیہ کی تعمیل کا ایمانِ راسخ کا ثمرہ ہونا:

علامہ شوکانی کا بیان ۷۸

(ن)

﴿وَبَشِّرْنَا هُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ. وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ

وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ﴾

تفسیر:

۷۹ ا: پہلی بشارت سے جدا ایک نئی بشارت

۷۹ اسی بات کا سورۃ ہود - عَلِيهِ السَّلَام - میں ذکر

۷۹ ب: ﴿بِإِسْحَاقَ﴾ سے مراد

۷۹ ج: اسحاق عَلِيهِ السَّلَام کے نام کے متعلق دو احتمالات

۸۰ د: ﴿نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ سے مراد مستقبل میں ایسے ہونا

ہ: ﴿وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ﴾:

۸۰ I: [عَلِيهِ] [اس پر] کی تفسیر میں دو اقوال

۸۰ II: [نزول برکت] کی تفسیر میں چار اقوال

۸۱ و: ﴿عَلِيهِ﴾ کے متعلق شیخ ابن عاشور کا قول

درس ۲۵: احکامِ الہیہ کی بجا آوری کا دنیا میں صلہ:

۸۱ چار دلائل

۸۵ ابراہیم عَلِيهِ السَّلَام کو ملنے والے سات دنیوی انعامات

درس ۲۶: اولاد کا باپ کی نیکی کی وجہ سے فائدہ اٹھانا:

۸۶ دودلیلیں

۸۸ سعید بن المسیب اور عمر بن عبدالعزیز کے اقوال

(س)

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ﴾

تفسیر:

۸۹ ا: ﴿مُحْسِنٌ﴾ سے مراد

۸۹ ب: ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾ سے مراد

۸۹ ج: ﴿مُبِينٌ﴾ سے مراد

دیکھیں ۲۷: ہدایت و گمراہی کا حسب و نسب سے مشروط نہ ہونا:

۸۹ چار مفسرین کا بیان

درس ۲۸: باپ کے فضائل و مناقب کا ظالم بیٹے کو عالی مرتبت نہ بنانا:

۹۰ دو مفسرین کا بیان

درس ۲۹: اعلیٰ خاندان سے نسبت کا غلط عقیدے اور برے عمل والے کو فائدہ نہ دینا:

۹۱ علامہ قرطبی کا بیان

درس ۳۰: ناکارہ اولاد کو باپ کی خوبیوں پر فخر کرنے کا حق نہ ہونا:

۹۱ علامہ رازی کا بیان

درس ۳۱: والدین کی کوشش کے بعد اولاد کے بگاڑ کا ان پر اثر انداز نہ ہونا:

۹۱ تین مفسرین کا بیان

درس ۳۲: اولاد کی اصلاح میں ناکام و پریشان والدین کے لیے پیغام تسلی: ۹۱
حرف آخر:

۹۳ ا: خلاصہ کتاب

۹۶ ب: اپیل

۱۰۱-۹۷ مراجع و مصادر



بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ ❶

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ نِسَاءً ۗ وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَ الْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ ❷

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ ❸

اما بعد!

قرآن کریم کا ایک بہت بڑا حصہ انبیائے سابقین علیہم السلام اور دیگر لوگوں کے قصوں

❶ سورة آل عمران / الآية ۱۰۲.

❷ سورة النساء / الآية الأولى.

❸ سورة الأحزاب / الآيتان ۷۰-۷۱.

پر مشتمل ہے۔ بعض اہل علم کی رائے میں یہ حصہ قرآن کریم کے آٹھ پاروں کے برابر ہے۔ قرآنی قصوں کی اہمیت اور فائدہ کو واضح کرنے کے لیے یہ بذات خود ایک بہت بڑی شہادت ہے۔

علاوہ ازیں اللہ رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا، کہ وہ لوگوں کو تدبر و تفکر پر آمادہ کرنے کے لیے ان کے روبرو قصے بیان کریں۔ ارشادِ بانی ہے:

﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ ②

[پس آپ قصے سنائیے، تاکہ وہ غور و فکر کریں۔]

قرآنی قصوں میں کتنے فوائد ہیں! ان سے انسانی معاشروں میں ہمیشہ سے موجود سننِ الہیہ سے آگاہی ہوتی ہے۔ ارشادِ بانی ہے:

﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي

قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُونَ﴾ ③

[جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، تو ان کا ایمان ان کے کسی کام نہ آیا

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے متعلق ہمیشہ یہی سنت رہی ہے اور اس وقت

کافروں کو بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔]

ہزاروں سال گزرنے کے باوجود سننِ الہیہ میں تبدیلی نہیں۔ ارشادِ بانی ہے:

﴿فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتِ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ

تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾ ④

① ملاحظہ ہو: "القصص القرآنی: إيحاؤه ونفحاته" ڈاکٹر فضل عباس ص ۱۰ منقول از: "منهج

الدعوة إلى العقيدة في ضوء القصص القرآنی" دکتورہ منی عبد اللہ ص ۵.

② سورة الأعراف / جزء من الآية ۱۷۶.

③ سورة المؤمن (غافر) / الآية ۸۵.

④ سورة فاطر / جزء من الآية ۴۳.

[سو کیا یہ اسی دستور (سنت) کے منتظر ہیں، جو پہلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا۔ سو آپ اللہ تعالیٰ کی سنت کو کبھی بدلتے ہوئے نہیں پائیں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت کو ٹلتے ہوئے نہیں پائیں گے]۔

قرآنی قصے انسانیت کو اس بات کی خبر دیتے ہیں، کہ انسانوں کے اعمالِ خیر سے کیا بہاریں آئیں اور اعمالِ شرکین بربادیوں کا سبب بنے۔

قرآنی قصے تاریخی نوادرات ہیں، جو انسانیت کو تاریخ سے فیض یاب ہونے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔^①

ان قصوں میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعد امت کے لیے دلوں کی تسکین اور مضبوطی کا سامان ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ﴾^②

[اور ہم رسولوں علیہم السلام کی خبروں میں سے ہر خبر آپ کو اس لیے سناتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ آپ کے دل کو مضبوط کریں]۔

قرآنی قصوں میں سے ایک اہم قصہ [حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بڑھاپے میں ملنے والے لختِ جگر کو دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچنے پر حکمِ الہی کی بجا آوری میں ذبح کرنے کا ارادہ کرنا ہے]

توفیقِ الہی سے اس قصے کو سمجھنے سمجھانے اور اس میں موجود دروس اور عبرتوں سے فیض یاب ہونے اور دوسروں کو فیض یاب کرنے کے ارادے سے کیا جا رہا ہے۔

① تفسیر القاسمی ۱/۱۱۴۔

② سورة هود عليه السلام / جزء من الآية ۱۲۰۔

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

توفیقِ الہی سے درج ذیل باتوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے:

۱: اس قصہ سے متعلقہ آیات کی تفسیر اور ان سے اخذ کردہ دروس اور عبرتوں کے تحریر کرنے میں معتمد تفسیروں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۲: اخذ کردہ دروس کی تائید کے لیے قرآن و سنت سے کچھ دلائل و شواہد ذکر کیے گئے ہیں۔

۳: ضعیف احادیث اور اسرائیلی روایات سے کلی طور پر اجتناب کیا گیا ہے، کیونکہ ثابت شدہ تھوڑی معلومات غیر ثابت شدہ زیادہ معلومات سے کہیں بہتر ہیں۔

۴: کتاب کے آخر میں مراجع و مصادر کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

کتاب کا خاکہ:

توفیقِ الہی سے خاکہ کتاب درج ذیل صورت میں ترتیب پایا ہے:

پیش لفظ:

اصل کتاب:

قصے سے متعلقہ آیات پندرہ حصوں میں تقسیم کی گئی ہیں اور ہر حصے میں اس کی تفسیر اور اخذ کردہ دروس بیان کیے گئے ہیں۔ بیان کردہ دروس کی مجموعی تعداد بتیس ہے۔

خاتمہ:

خلاصہ کتاب اور اپیل پر مشتمل ہے۔

شکر و دعا:

اللہ رب العالمین کا شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے اپنی کرم نوازی سے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلقہ اس عظیم موضوع کے بارے میں مجھ ناچیز کو کام کا آغاز

کرنے کی توفیق سے نوازا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ حَتَّى يَرْضَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى .
 رب حی و قیوم میرے والدین محترمین کی قبروں پر رحمت کی برکھا برسائیں، کہ وہ
 تادم واپس، اپنی اولاد کی دینی تربیت کے لیے غیر معمولی کوشش کرتے رہے۔ رَبِّ
 اَرْحَمُهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا .

اللہ کریم میری اہلیہ محترمہ، بیٹوں، اور بہوؤں کو میری خوب خدمت کرنے کی دنیا
 و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائیں اور اس کتاب کے ثواب میں شریک فرمائیں۔
 کتاب کی مراجعت میں بھرپور تعاون کے لیے عزیز القدر عمر فاروق قدوسی کا شکر گزار
 ہوں۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیراً فی الدارين .

فضل الہی

۱۷ محرم ۱۴۳۰ھ

بمطابق ۱۱۵ جنوری ۲۰۰۹م

اسلام آباد



۹۳۷۳۵

قصے کے بارے میں آیات کریمہ اور ان کا ترجمہ

﴿وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ. رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ. فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ. فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ. فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ. وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ. وَتَرَ كُنَّا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ. سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ. كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ. وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ. وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مَبِينٌ﴾^①

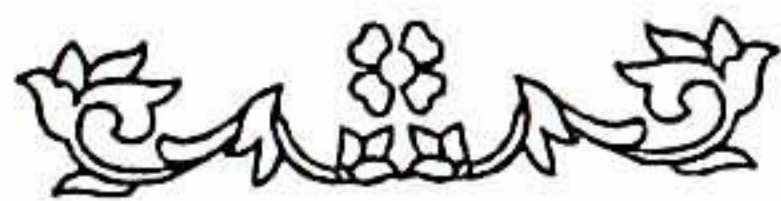
[اور انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: ”بے شک میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں، وہ ضرور میری راہنمائی فرمائیں گے۔ اے میرے رب! مجھے نیک بخت (لڑکا) عطا فرمائیے۔“

تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار بیٹے کی بشارت دی۔

① سورة الطفة / الآيات ۹۹-۱۱۳.

پس جب وہ ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا، تو انہوں نے کہا: ”اے میرے چھوٹے (سے) بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ واقعی میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، سو تم دیکھو، کہ تمہاری کیا رائے ہے؟“ انہوں نے کہا: ”اے میرے ابا (جان)! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، وہ کر دیجیے، اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔“

پس جب وہ دونوں مطیع ہو گئے اور انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے اسے پیشانی کے ایک جانب گرایا اور ہم نے اسے آواز دی، کہ: ”اے ابراہیم۔ علیہ السلام۔ واقعی تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی ہوئی آزمائش ہے“ اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی، جو نبی اور نیک لوگوں میں سے ہوں گے اور ہم نے اس پر اور اسحاق۔ علیہ السلام۔ پر برکت نازل فرمائی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔]



آیات کریمہ کی تفسیر اور ان سے اخذ کردہ دروس

(۱)

﴿وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي﴾

[اور انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: ”بے شک میں اپنے رب کی طرف

جار ہا ہوں]

تفسیر:

مفسرین کرام کے بیان کردہ معانی میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: میں وہاں ہجرت کر کے جار ہا ہوں، جہاں جانے کا میرے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔^①

۲: میں وطن، اعزہ و اقارب اور سب کچھ چھوڑ کر ایسی جگہ جار ہا ہوں، جہاں میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت بلا روک ٹوک کر سکوں۔^②

اسی بات کا ذکر قرآن کریم کے ایک دوسرے مقام میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

﴿وَأَعْتَزَلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا

أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا﴾^③

① ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۲/۲۹۸؛ وتفسیر الجلالين ص ۵۹۳؛ وفتح الرحمن بكشف

ما يلتبس من القرآن ص ۵۱۵؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۱۹۹.

② ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۶/۲۵؛ والتفسیر الكبير ۲۶/۱۵۰؛ تفسیر القرطبي ۱۵/۹۷؛

وتفسیر الخازن ۶/۲۵؛ وتفسیر البيضاوي ۲/۲۹۸؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۱۹۹.

③ سورة مريم / الآية ۴۸.

[اور میں تم سے اور جن چیزوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، جدا ہوتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ امید ہے، کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں بے نصیب نہیں ہوں گا]۔

۳: میری عبادت کا مقصود و مطلوب اپنے رب تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی بات کو قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا
وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾^①

[یقیناً میں نے سب سے منہ موڑ کر اپنا رخ ان (اللہ تعالیٰ) کی طرف پھیر لیا ہے، جنہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں]۔

درس ۱: اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کرنا:

جس مقام پر دشمنوں کی کثرت ہو اور دین پر چلنا کٹھن اور دشوار ہو جائے، تو وہاں سے ہجرت کرنی چاہیے۔ نصرتِ الہیہ کے شامل حال ہونے کے باوجود، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں کی عداوت کی شدت کی بنا پر ہجرت کی، تو دوسرے لوگوں کو تو ایسے حالات میں بطریقِ اولیٰ ہجرت کرنی چاہیے۔^②
اہل ایمان کی نظر میں وطن کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ ان کا مقصد زندگی اپنے رب ذوالجلال کی عبادت ہوتا ہے۔ جہاں بھی ان دونوں میں تعارض پیدا ہو جائے، تو

① سورة الأنعام / الآية ۷۹.

② ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۹۷/۱۵؛ والتفسیر الکبیر ۱۵۰/۲۶؛ وتفسیر المراغی ۷۱/۲۳.

وہ وطن چھوڑنا برداشت کر لیتے ہیں، لیکن دین سے کسی قیمت پر بھی دستبردار ہونا گوارا نہیں کرتے، کیونکہ دین سے محرومی ناقابلِ تلافی خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات میں دین کا بدل کوئی چیز بنائی ہی نہیں۔ جہاں تک وطن کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اور وہ دین کی خاطر چھوڑی ہوئی جگہ سے بہتر جگہ عطا فرما سکتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإَيَّايَ فَاعْبُدُونِ﴾ ①

[اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بے شک میری زمین وسیع ہے، سو تم میری عبادت کرو]۔

ہجرت کا بہترین بدل:

رب ذوالجلال دین کی خاطر وطن چھوڑنے والے کو صرف بہتر جگہ عطا ہی نہیں کر سکتے، بلکہ انہوں نے ایسے لوگوں کو بہت کچھ عطا کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْغَبًا كَثِيرًا
وَسِعَةً﴾ ②

[اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہیں اور روزی میں کشادگی پائے گا]۔

امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”آیت شریفہ کا خلاصہ یہ ہے، کہ گویا کہ اس میں کہا گیا ہے: اے انسان! اگر تو وطن سے ہجرت، پردیس میں پیش آنے والی مشقتوں اور مصیبتوں

① سورة العنكبوت / الآية ٥٦ .

② سورة النساء / جزء من الآية ١٠٠ .

کے خدشے کی بنا پر نہیں کرتا ہے، تو اس اندیشے کو اپنے دل و دماغ سے نکال دے، جہاں تو ہجرت کر کے جائے گا، وہاں اللہ تعالیٰ تجھے اتنی زیادہ نعمتیں اور اس قدر بلند مرتبہ عطا فرمائیں گے، کہ وطن سے تجھے نکالنے والے تیری کیفیت کو دیکھ کر ذلت و رسوائی محسوس کریں گے اور ہجرت تیرے لیے رزق کی فراخی اور وسعت کا سبب بن جائے گی۔^①

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾^②

[اور جن لوگوں نے ظلم کئے جانے کے بعد، اللہ تعالیٰ کی خاطر وطن چھوڑا، یقیناً ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور بے شک آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ اور تاریخ عالم اس حقیقت کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے وطن مکہ مکرمہ اور اس میں موجود اعزہ و اقارب، ساز و سامان اور مال و دولت چھوڑا، تو اللہ مالک الملک نے انہیں سرزمین شام، ایران اور یمن کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادیں۔ شام کے سرخ محلات اور مدائن کے سفید محلات کا مالک بنا دیا۔ صنعاء کے دروازے ان کے لیے کھول دئے گئے۔ اور قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں ڈھیر ہوئے۔

درس ۲: مقصودِ عملِ رضائے الہی کا حصول:

ہر عمل کرتے وقت مطلوب و مقصود صرف رضائے الہی کا حصول ہو۔ اس کے

① التفسیر الکبیر ۱۱/۱۵۔

②

سورة النحل / الآية ۴۱۔

بغیر، کسی بھی عمل کی، خواہ وہ کتنا بڑا یا زیادہ ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ
وَجْهَهُ.“^①

[بے شک اللہ تعالیٰ اس عمل کے سوا، جو کہ صرف ان کے لیے کیا گیا ہو، اور اس سے ان کی رضا کا حصول مقصود ہو، کسی بھی دوسرے عمل کو قبول نہیں فرماتے۔]

اللہ تعالیٰ نے اسی اخلاص کا حکم پہلے پچھلے سب لوگوں کو دیا۔ اہل کتاب کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ

وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَامَةِ﴾^②

[اور انہیں اس کے علاوہ کوئی حکم نہیں دیا گیا، کہ وہ اللہ کی عبادت، اپنے دین کو ان کے لیے خالص کر کے یکسو ہو کر کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی نہایت درست دین ہے۔]

نبی کریم ﷺ کو بھی، اسی بات کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

① ملاحظہ ہو: صحیح سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب من غزا يلتمس الأجر والذکر، جزء من

رقم الحدیث ۲۹۴۳، ۲/۶۵۹، عن أبي أمامه رضي الله عنه، شيخ البانی نے اس کو [حسن صحیح]

کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲/۶۵۹). نیز ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة،

المجلد الأول، رقم الحدیث ۵۲؛ وصحیح الترغیب والترہیب ۱/۱۰۶.

② سورة البينة / الآية ۵.

لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱﴾

[کہہ دیجیے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ ان کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی (بات) کا حکم دیا گیا ہے اور میں (حکم) ماننے والوں میں سے سب سے پہلے ہوں]۔

(ب)

﴿سَيَهْدِين﴾

[وہ ضرور میری راہنمائی کریں گے]

تفسیر:

۱: مفسرین کرام کے بیان کردہ معانی میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱: اس سفر ہجرت میں میری راہنمائی فرمائیں گے۔^۲

۲: وہ دین میں میری راہنمائی فرمائیں گے۔^۳

دین میں راہنمائی سے مراد:

وہ انہیں دین پر ثابت قدم رکھیں گے۔

یا دین میں بلند درجات اور اعلیٰ مراتب والے اعمال کی طرف

راہنمائی فرمائیں گے۔^۴

علامہ ابویحییٰ انصاری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”سَيَهْدِينِي عَلَى هَدَايٍ وَيَزِيدُنِي هُدًى.“^۵

① سورة الأنعام / الآيات ۱۶۲-۱۶۳.

② ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۲۶/۶؛ و تفسیر البيضاوي ۲۹۶/۲۲؛ و تفسیر الخازن ۲۶/۶.

③ ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۲۹۶/۲.

④ ملاحظہ ہو: التفسیر الكبير ۱۵۱/۲۶؛ و تفسیر أبي السعود ۱۹۹/۷.

⑤ فتح الرحمن ص ۵۱۵.

[وہ ضرور مجھے میرے دین میں ثابت قدمی عطا فرمائیں گے اور میرے لیے ہدایت میں اضافہ فرمائیں گے]۔

ب: دعا میں کمال یقین کے اظہار کا سبب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام رب ذوالجلال کی اپنے اوپر سابقہ عنایات و نوازشات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمال یقین کے ساتھ ان کے بارے میں اپنی امید کا ذکر کرتے ہیں: [وہ ضرور میری راہ نمائی کریں گے] ❶

درس ۳: ہدایت کا من جانب اللہ ہونا:

ہدایت دینے کی صلاحیت اور اختیار صرف اللہ وحدہ لا شریک کے ہاتھ میں ہے۔ اس بارے میں ان کے سوا کسی اور کے پاس کچھ بھی نہیں۔ قرآن و سنت میں متعدد مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس بارے میں چار دلائل نقل کئے جا رہے ہیں:

۱: ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِيَ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾ ❷

[کہہ دیجئے کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے، جو حق کی طرف ہدایت دے؟ کہہ دیجئے: صرف اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ کیا جو حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، وہ پیروی کئے جانے کا زیادہ حق دار ہے یا

❶ ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۵۱/۲۶؛ وتفسیر البیضاوی / ۷۹۸۔

❷ سورۃ یونس۔ علیہ السلام۔ / الآیۃ ۳۵۔

جو ہدایت نہیں دیتا، بلکہ محتاج ہے، کہ اس کو ہدایت دی جائے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے، کس طرح تم فیصلہ کرتے ہو؟]

ب: ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾^①

[بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں]۔

جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اعلیٰ ترین شخصیت حضرت محمد ﷺ کسی کو ہدایت دینے کا اختیار نہیں رکھتے، تو کسی دوسرے کو اس بات کی قدرت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟

ج: ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ﴾^②

[آپ کہہ دیجئے، کہ بے شک ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے۔]

مقصود یہ ہے، کہ ان حیلوں سے کچھ نہیں ہوگا، کیونکہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ جس کو ہدایت دے دیں یا دینا چاہیں، تمہارے حیلے ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔^③

د: آنحضرت ﷺ اپنے خطابات کی ابتدا میں حمد باری تعالیٰ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

”مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ.“^④

① سورة القصص / جزء من الآية ۵۶.

② سورة آل عمران / جزء من الآية ۷۳.

③ ملاحظہ ہو: أحسن البيان ص ۱۵۴.

④ سلسلة الأحاديث الصحيحة، المجلد الأول / ص ۳.

[جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیں، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور

جس کو وہ گمراہ کریں، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔]

اگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے اختیار میں ہوتی، تو حضرت نوح علیہ السلام

اپنے لخت جگر اور بیوی کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر، حضرت لوط علیہ السلام اپنی

بیوی کو اور نبی کریم ﷺ اپنے چچا ابوطالب کو بغیر ہدایت کے کیونکر رہنے دیتے؟

درس ۴: اہمیت ہدایت اور اس کا اللہ تعالیٰ سے مانگنا:

ہدایت کی اپنے دونوں معانی ❶ کے اعتبار سے اہمیت اور ضرورت کس قدر شدید

ہے، کہ خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے انتہائی بلند مقام کے باوجود رب

ذوالجلال سے اسے طلب کر رہے ہیں۔ قرآن و سنت کی متعدد دیگر نصوص بھی اس

حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے چار ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم ﷺ

کہا کرتے تھے:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَىٰ وَالتَّقَىٰ وَالعِفَافَ وَالعِنْيَ.“ ❷

[”اے اللہ! بے شک میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور

تو نگری کا سوال کرتا ہوں۔“]

حدیث کے متعلق دو باتیں:

۱: آپ ﷺ نے یہ دعا صرف ایک مرتبہ نہیں کی، بلکہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے

بیان [نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے] سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ

❶ دین اور دنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہ نمائی اور دین پر ثابت قدمی۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل ومن

شر ما لم يعمل، رقم الحدیث ۷۲- (۲۷۲۱) ۴/۲۰۸۷۔

کثرت سے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 ۲: آنحضرت ﷺ نے [الْهُدَى] مطلقاً [بلا قید] کی فرمائش کی۔ اس طرح
 آنحضرت ﷺ نے دنیا و آخرت اور اخلاقِ عالیہ کی تمام باتوں میں اللہ تعالیٰ
 کی راہ نمائی کے شامل حال ہونے کی دعا کی۔ ❶

ب: حضرات ائمہ احمد، ترمذی اور ابو یعلیٰ نے شہر بن حوشب سے روایت نقل کی
 ہے، کہ انہوں نے کہا: ”میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ”اے مومنوں کی ماں!
 آپ کے ہاں قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ کون سی دعا کیا
 کرتے تھے؟“

انہوں نے جواب دیا:

”كَانَ أَكْثَرَ دُعَائِهِ:

”يَا مُقَلَّبَ الْقُلُوبِ! ثَبَّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ.“

”آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ یہ دعا کرتے:

[”اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین

پر ثابت فرما دیجئے۔“]

انہوں نے بیان کیا: ”میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ”آپ یہ

دعا [”يَا مُقَلَّبَ الْقُلُوبِ! ثَبَّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ.“] کس قدر زیادہ کرتے
 ہیں!“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”يَا أُمَّ سَلَمَةَ! إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَدَمِي إِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ أُصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ

❶ ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی ۳۲۳/۹۔

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، مَا شَاءَ أَقَامَ، وَمَا شَاءَ أَزَاغَ. ❶

[”اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! بلاشبہ ہر شخص کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ جس کو چاہیں سیدھا کر دیں اور جس کو چاہیں ٹیڑھا کر دیں۔“]

ج: پختہ علم والوں کی دعاؤں میں سے..... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے..... ایک دعا یہ ہوتی ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ
رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ❷

[اے ہمارے رب! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کج روی میں مبتلا نہ کیجئے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیے۔ بے شک آپ ہی بہت زیادہ عطا کرنے والے ہیں۔]

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہے، کہ مخلوق میں سب سے زیادہ شان و عظمت والے ہمارے نبی کریم ﷺ اور راسخ علم والے اللہ تعالیٰ سے حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام کی طرح دین پر ثبات اور استقلال کی دعائیں کرتے ہیں۔

د: حضرات ائمہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابن حبان نے

❶ المسند، رقم الحدیث ۲۶۶۷۹، ۲۷۸/۴۴؛ وجامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب، رقم الحدیث ۳۷۵۲، ۳۵۴/۹؛ و مسند أبي يعلى، رقم الحدیث ۴۱۔ (۶۹۱۹)، ۳۵۰/۱۲. الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن]، شیخ البانی نے [صحیح] اور شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے [شواہد کی بنا پر صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۳۵۴/۹؛ و صحیح سنن الترمذی ۱۷۱/۳؛ و هامش المسند ۲۷۹/۴۴)۔

❷ سورة آل عمران / الآية ۸.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:
 ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے (نماز) وتر میں پڑھنے کے لیے کلمات
 سکھائے:

”اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ..... الحديث.“^①

[”اے اللہ! مجھے ہدایت دیجئے ان لوگوں سے، جنہیں آپ نے ہدایت
 دی ہے..... الحديث“]

طلب ہدایت کی اہمیت کس قدر ہے! کہ آنحضرت ﷺ اپنے عزیز نواسے،
 جنت کے نوجوانوں کے سردار کو اس کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اے اللہ کریم! ہمیں بھی
 ہدایت عطا فرمائیے۔ آمین یا ذا الجلال والإکرام.

درس ۵: قبولیتِ دعا کا یقین:

دعا کرنے والے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنی فریاد کی قبولیت کا یقین رکھنا
 چاہیے۔ احادیث شریفہ میں اسی بات کی تلقین فرمائی۔ ذیل میں دو احادیث ملاحظہ فرمائیے:
 ۱: امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے
 بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ادْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ.“^②

① حدیث کے بقیہ حصے اور تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: نبی کریم ﷺ بحیثیت والد ص ۵۳-۵۵.

② جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب، جزء من رقم الحدیث ۳۷۰۹، ۳۱۶/۹. شیخ البانی
 نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ۱۶۴/۳). امام احمد نے اسی
 مضمون کی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسند، جزء من رقم
 الحدیث ۶۶۵۵، ۱۴۰/۱۰). شیخ احمد شاہ نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش
 المسند ۱۴۰/۱۰).

[”تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، تو تمہیں قبولیت کا یقین ہو۔“]

ب: دعا کی قبولیت کا یقین رکھنے والے کے بارے میں ان شاء اللہ تعالیٰ قوی توقع ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا فرماتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي.“^①

[”میں اپنے بندے کے میرے متعلق گمان کے مطابق ہوں۔“]

یعنی جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے، میں ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔ اے اللہ کریم! ہمیں اپنے بارے میں بہترین گمان نصیب فرمائیے۔ إنك سمیع مجیب .

(ج)

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

[اے میرے رب! مجھے نیک بخت (لڑکا) عطا فرمائیے]

تفسیر:

ا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور بیٹا عطا فرمانے کی التجا کی۔ عربی میں (وَهَبَ يَهَبُ) بلا قید استعمال ہو، تو اس سے بیٹے کا عطا کرنا مراد ہوتا ہے، البتہ قید کے ساتھ بھائی دینے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَيَحْذَرُ كَمِ اللّٰهِ نَفْسَهُ﴾، جزء من رقم الحدیث ۷۴۰۵، ۱۳/۳۸۴؛ و صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء.....، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، جزء من رقم الحدیث ۲۔ (۲۶۷۵)، ۲۰۶۱/۴.

﴿وَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا﴾^①

[اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا]۔^②

ب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے وطن اور اعزہ و اقارب سے ہجرت کرتے ہوئے تنہائی کا قدرے زیادہ احساس ہوا، تو اللہ تعالیٰ سے یہ فریاد کی۔^③

ج: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلب کردہ بیٹے کے [صالحین] سے ہونے کی دعا کی۔ [الصّٰلِح] بندوں کی صفات میں سے اعلیٰ ترین صفت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لیے بھی اسی کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سوال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾^④

[اے میرے رب! مجھے علم و فہم عطا فرمائیے اور مجھے صالحین میں شامل فرما دیجئے]۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دین و دنیا کے اعتبار سے بلند مقام دیئے جانے کے بعد اپنے جدا مجد خلیل الرحمن علیہ السلام والی فرمائش کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

فَاطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي

مُسْلِمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾^⑤

① سورة مريم / جزء من الآية ۵۳.

② ملاحظہ ہو: تفسیر ابي السعود ۱۹۹/۷.

③ ملاحظہ ہو: تفسیر التحرير والتنوير ۱۴۸/۲۳.

④ سورة الشعراء / الآية ۸۳.

⑤ سورة يوسف - عليه السلام - / الآية ۱۰۱.

[اے میرے رب! آپ نے مجھے بادشاہت عطا فرمائی اور خوابوں کی تعبیر میں سے کچھ سکھایا، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! آپ ہی دنیا و آخرت میں میرے یار و مددگار ہیں، مجھے حالتِ اسلام میں فوت کیجئے اور مجھے صالحین سے ملا دیجئے]۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی دین و دنیا میں درجہ کمال پر فائز کئے جانے کے بعد اس عظیم صفت کے عطا کئے جانے کی التماس کی:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ
وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ
الصَّالِحِيْنَ﴾^①

[اے میرے رب! مجھے توفیق دیجئے، کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کروں، جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں اور (وہ) نیک کام کروں، (جسے) آپ پسند کرتے ہیں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں شامل فرما دیجئے]۔

درس ۶: اولاد دینے کا اختیار صرف اللہ رب العزت کو ہونا:

اولاد عطا کرنے کی قدرت و اختیار صرف اللہ وحدہ لا شریک کے لیے ہے۔ اس میں کسی اور کا کچھ دخل نہیں۔ خلیل الرحمن علیہ السلام اسی قدرت و اختیار کے مالک رب ذوالجلال سے بیٹے کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اسی اختیار کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ
اِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ. اَوْ يَزُوْجُهُمْ ذُكْرًا وَّاِنَاثًا

① سورة النمل / الآية ۱۹ .

وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْبًا إِنَّهُ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿١﴾

[آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتے ہیں، پیدا کرتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں، بیٹیاں عطا کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں، بیٹے دیتے ہیں یا انہیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں، بانجھ بنا دیتے ہیں۔ بے شک وہ خوب جاننے والے بڑے قدرت والے ہیں۔]

درس ۷: اللہ تعالیٰ کے بہترین ناموں کے ساتھ دعا کرنا:

دعا کرنے کے آداب میں سے ایک بنیادی ادب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے بہترین ناموں کے ساتھ فریاد کی جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے پیارے نام [رب] کے ساتھ دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذُرُّوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ

فِيْ أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢﴾

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سب سے اچھے نام ہیں، سو تم انہیں ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، جو ان کے ناموں کے بارے میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔ انہیں اپنے کئے کی ضرور سزا دی جائے گی۔]

امام بخاری نے اپنی کتاب [الصحيح] میں ایک باب کا درج ذیل عنوان تحریر

① سورة الشورى / الآيات ۴۹ - ۵۰ .

② سورة الأعراف / الآية ۱۸۰ .

کیا ہے۔

[بَابُ السُّؤَالِ بِأَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْإِسْتِعَاذَةِ بِهَا] ❶

[اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ سوال کرنے اور ان کے ساتھ پناہ طلب

کرنے کے متعلق باب]

پھر امام بخاری نے اس باب میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل

کرنے، دعا کرنے اور پناہ طلب کرنے کے متعلق نو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ ❷

درس ۸: ولادت سے قبل بیٹے کے نیک ہونے کی فکر:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے نیک ہونے کی فکر کس قدر ہے! وہ اس کی

ولادت سے پہلے، بلکہ کسی بھی شکل میں اس کے نام و نشان سے پہلے، اس کے صالحین

[نیک لوگوں] سے ہونے کی فریاد کرتے ہیں۔ عقل و دانش اسی فکر اور سوچ کا تقاضا

کرتی ہے، کیونکہ نعمتِ اولاد کی تکمیل ان کی نیکی سے ہوتی ہے۔ اولاد کی نیکی والدین کی

آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دلوں کا سرور ہوتی ہے۔ اولاد کا والدین کے ساتھ حسن

سلوک بھی ان کی نیکی کے آثار سے ہے۔ ❸

اللہ والے..... خلیل الرحمن علیہ السلام کی طرح..... اس دعا کا بہت اہتمام کرتے

ہیں۔ اس بارے میں ذیل میں دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: حضرت زکریا علیہ السلام بیٹے کی فرمائش کرتے ہوئے اس دعا کو بھولتے نہیں۔ قرآن

کریم میں ان کی فریاد کے الفاظ یہ ہیں:

❶ صحیح البخاری، کتاب التوحید، ۳۷۸/۱۳.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳۷۸/۱۳-۳۷۹؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳۸۰/۱۳.

❸ ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر والتنویر ۱۴۸/۲۳؛ نیز ملاحظہ ہو: "حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد"

ص ۲۷-۲۹.

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾^①

[اے میرے رب! مجھے اپنی جانب سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائے۔ بے

شک آپ ہی دعا کو بہت سننے والے ہیں]۔

ب: جنتی شخص کی دعاؤں میں اولاد کی اصلاح کی دعا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کے درج ذیل الفاظ ذکر فرمائے ہیں:

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ

وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ

إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾^②

[اے میرے رب! مجھے توفیق دیجئے، کہ میں آپ کی اس نعمت کا شکر

کروں، جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی اور یہ کہ میں

(وہ) نیک عمل کروں، (جسے) آپ پسند کرتے ہیں اور میرے لیے میری

اولاد کی اصلاح فرما دیجئے۔ بے شک میں نے آپ کی طرف توبہ کی اور

بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں]۔

(د)

﴿فَبَشِّرْ نَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾

[تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار بیٹے کی بشارت دی]

تفسیر:

ا: اس میں تین بشارتیں ہیں:

① سورة آل عمران / الآية ۳۸.

② سورة الأحقاف / الآية ۱۵.

۱: وہ لڑکا ہوگا۔

۲: وہ اس عمر کو پہنچے گا، کہ اسے بردبار کہا جاسکے، کیونکہ بچے کو تو بردبار نہیں کہا جاتا۔

۳: وہ بہت بردبار ہوگا۔^①

ب: (حلیم) بہت زیادہ حلم والا۔ حلم (بردباری) ایک عظیم صفت شمار کی جاتی ہے۔ اس میں اصالت رائے، بلند اخلاق اور مخلوق کے ساتھ شفقت شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس صفت کو پسند فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے انجیج عبد القیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ.“^②

[”بے شک تجھ میں دو خصلتیں ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں پسند فرماتے ہیں:

بردباری اور سوچ سمجھ کر جلد بازی کے بغیر قدم اٹھانا۔“]

ج: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس صفت کا قرآن کریم میں دو مرتبہ ذکر کیا

گیا ہے:

I: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾^③

[بے شک ابراہیم۔ علیہ السلام۔ بہت نرم دل بڑے بردبار تھے]۔

① ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۷۴؛ وتفسیر البغوی ۶/۲۶؛ وزاد المسیر ۷/۷۱؛ والتفسیر الکبیر

۱۵۱/۲۶؛ وتفسیر القرطبی ۱۵/۹۸؛ وتفسیر الخازن ۶/۲۶؛ وتفسیر البیضاوی

۲۹۸/۲؛ وتفسیر ابی السعود ۷/۱۹۹۔

② ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بالإیمان باللہ تعالیٰ..... جزء من رقم

الحديث ۲۵- (۱۷)، عن ابن عباس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، ۱/۴۹۔

③ سورة التوبة / جزء من الآية ۱۱۴۔

II: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ﴾ ①

[بے شک ابراہیم - علیہ السلام - بہت بردبار، بہت آہ وزاری کرنے اور رجوع کرنے والے تھے]۔

دیگر صفات عالیہ کے ساتھ اس صفت کے عطا کئے جانے میں حضرت اسماعیل اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانشین تھے۔ ② بعض مفسرین کرام نے نقل کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے سب سے کم اسی صفت [حلم] کا ذکر کیا ہے۔ ③

د: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دونوں بیٹے بڑھاپے میں ملے۔ سورۃ ابراہیم علیہ السلام میں ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ﴾ ④

[ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا) سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جنہوں نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام عطا فرمائے]۔

بیٹے کی بردباری والدین کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، لیکن بوڑھے والدین کے لیے تو اس نعمت کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

ہ: اللہ تعالیٰ نے جس [غُلامٌ حَلِيمٌ] [نہایت بردبار بیٹا] کی بشارت دی ہے، وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ درج ذیل دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں:

① سورۃ ہود - علیہ السلام - / الآیة ۷۵.

② ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۵۱/۲.

③ ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۷۶۴؛ وتفسیر البیضاوی ۲/۲۹۸؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۱۹۹.

④ جزء من الآیة ۳۹.

۱: اس بیٹے کے دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچنے پر باپ اور بیٹے کے حکم الہی کی تعمیل کے لیے مستعد ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ ذبح ہونے والے اسحاق علیہ السلام کے علاوہ ابراہیم علیہ السلام کے ایک دوسرے بیٹے تھے، علاوہ ازیں مسلمانوں اور اہل کتاب کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ اسماعیل علیہ السلام اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ جس بیٹے کی خوش خبری کا اس مقام پر ذکر ہو رہا ہے، وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔^①

۲: اسحاق علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے ان کے نبی بنانے کی خوش خبری بھی سنائی گئی ہے، تو پھر ان کے لڑکپن میں ذبح کرنے کا حکم دینے میں امتحان و آزمائش کس طرح ہوگی؟

۳: سورۃ ہود - علیہ السلام - میں اسحق علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے اسحق کے بعد ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی گئی ہے:

﴿فَبَشِّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾^②

[پس ہم نے اسے اسحاق (کی ولادت) کی بشارت دی اور اسحاق

کے پیچھے یعقوب - علیہ السلام - کی]۔

پھر حضرت اسحق علیہ السلام کے لڑکپن میں ذبح کا حکم کس طرح باعثِ آزمائش بن سکتا ہے؟

و: سورۃ الذاریات میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بیٹے کی خوش خبری دینے

① ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۴/۱۶؛ و تفسیر القرآن بکلام الرحمن ص ۵۷۲؛ وأشرف

الحواشی ص ۵۳۸، فائدہ ۶؛ وأحسن البیان ص ۱۲۶۳.

② جزء من الآية ۷۱.

کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشِّرُوهُ بَغُلَامٍ عَلِيمٍ﴾^①

[انہوں (ابراہیم علیہ السلام) کے گھر داخل ہونے والے فرشتوں) نے کہا:

”مت ڈرو اور انہوں نے ایک بہت علم والے لڑکے کی خوش خبری دی۔“

لیکن یہ دونوں بشارتیں اور ان کا مقصود جدا جدا ہے۔ [غُلَامٌ حَلِيمٌ]^② والی

خوش خبری اسماعیل، اور [بِغُلَامٍ عَلِيمٍ]^③ والی خوش خبری اسحاق علیہ السلام کے متعلق

ہے۔ پہلی [بشارت استجابة^④] ہے، کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی فرمائش پر ملی۔ اسی لیے

وہاں [بشرناہ] سے پہلے [فا] استعمال کیا ہے^⑤ اور دوسری [بشارت کرامہ]^⑥ ہے

اور اسی لیے اس کا ذکر [واؤ عاطفہ] کے بعد کیا گیا۔^⑦

دروس ۹: ظاہری اسباب کی کمزوری کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فریادوں کو سننا:

اللہ کریم ظاہری اسباب کی قلت، کمزوری اور ناسازگار حالات کے باوجود اپنے بندوں

کی فریادوں کو سنتے ہیں۔ کبرسنی کے باوجود اللہ کریم نے ابراہیم علیہ السلام کو [غُلَامٌ حَلِيمٌ]

① جزء من الآية ۲۸.

② نہایت بردبار لڑکا۔

③ بہت علم والا لڑکا۔

④ دعا کی قبولیت کی بشارت۔

⑤ اس [فا] کو [فائے تعقیب] کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے، کہ انہوں نے دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے نتیجے میں بشارت دی۔

⑥ یعنی امتحان و آزمائش میں کامیابی پر بطور انعام ملی۔

⑦ یعنی یہ بشارت کسی سابقہ فرمائش یا التجا کا اثر یا نتیجہ نہ تھی، بلکہ ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کی آمد کا جو قصہ بیان ہو رہا ہے، وہ اسی کا ایک حصہ ہے۔

کی نوید جاں فزا سنائی۔

ا: اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرمایا:

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ

خُلَفَاءَ الْأَرْضِ طَعَاءَ إِلَهٍ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾^①

[بھلا وہ کون ہے، کہ جب لاچار اس کو پکارے، تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔]

ب: نبی کریم ﷺ نے بھی اس بات کی خبر دی ہے۔ امام احمد نے بنی بجم کے ایک شخص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”میں نے عرض کیا: ”يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِلَا مَا تَدْعُو؟“

: ”یا رسول اللہ! آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”أَدْعُو إِلَى اللَّهِ وَحْدَهُ، الَّذِي إِنْ مَسَّكَ ضُرٌّ دَعَوْتَهُ، كَشَفَ عَنْكَ، وَالَّذِي إِنْ ضَلَلْتَ بِأَرْضٍ قَفِرٍ فَدَعَوْتَهُ رَدَّ عَلَيْكَ، وَالَّذِي إِنْ أَصَابَكَ سَنَةٌ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَ عَلَيْكَ.“^②

[”میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں، وہ یکتا ہے، وہ ذات، کہ اگر تو مصیبت کے آنے پر ان سے دعا کرے، تو وہ اس کو تجھ سے دور کر دیں اور وہ ذات، کہ اگر تو کسی بے آب و گیاہ سرزمین میں بھٹک جانے پر

① سورة النمل / الآية ۶۲ .

② المسند، جزء من رقم الحديث ۲۰۶۳۶، ۲۳۹/۳۴۔ شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۲۳۹/۳۴)۔

ان سے فریاد کرے، تو وہ تجھے (سیدھے راہ کی طرف) لوٹا دیں اور وہ ذات،
کہ اگر قحط سالی آنے پر تو ان سے دعا کرے، تو وہ (فصلوں کو) اگا دیں۔“ [

درس ۱۰: اللہ تعالیٰ کا بندے کی طلب سے زیادہ عطا فرمانا:

اللہ تعالیٰ نہ صرف اپنے بندوں کی فریادوں کو پورا کرتے ہیں، بلکہ ان کی مطلوبہ چیزوں کے علاوہ وہ کچھ عطا فرماتے ہیں، جس کا انہوں نے سوال بھی نہیں کیا ہوتا۔ یعنی بن مانگے عطا فرماتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَأَتَّكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ﴾^①

[اور تم نے ان سے جو کچھ مانگا، تمہیں عطا کیا]۔

بعض مفسرین نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے: ”جسے تم طلب کرتے ہو، وہ عطا

کرتے ہیں اور جسے تم مانگتے نہیں، وہ بھی دیتے ہیں۔“^②

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت زیادہ تحمل و بردباری کی عظیم خوبی والا

بیٹا ان کی طلب سے بڑھ کر عطا فرمایا۔

(۵)

﴿فَلَبَّآ بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي

الْبَنَامِ إِنِّي إِذْ بَحُكْ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾

[پس جب وہ ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا، تو انہوں نے کہا:

”اے میرے چھوٹے سے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ

واقعی میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، سو تم دیکھو، کہ تمہاری کیا رائے ہے؟“ [

① سورة ابراهيم - عليه السلام - / جزء من الآية ۳۴ .

② ملاحظہ ہو: تفسیر ابي السعود ۵/۴۸؛ وفتح القدير ۳/۱۵۷ .

تفسیر:

ا: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾

[پس جب وہ ان (ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا]
یعنی باپ کے کام کاج میں بیٹا ان کا ہاتھ بٹانے لگا۔
اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا: [مَعَهُ]
[ان کے (والد کے) ساتھ]

مفسرین کرام نے یہاں یہ نکتہ بیان کیا ہے، کہ اس سے مراد یہ ہے، کہ وہ باپ کی نگاہ میں بھاگ دوڑ کے قابل ہو کر ان کے ساتھ تعاون کرنے لگے تھے اور یہ بات ان کے کام کاج کرنے کی اچھی صلاحیت اور استعداد پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ شفقت پدری کی بنا پر باپ اس سے پہلے اپنے لخت جگر پر بوجھ ڈالنا پسند نہیں کرتا۔^①

ب: ﴿يَا بَنِيَّ إِنِّي آرَمِي فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَدْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى﴾

[”اے میرے چھوٹے سے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ واقعی میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، سو تم دیکھو، کہ تمہاری کیا رائے ہے؟“]
خلیل الرحمن علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کے حکم الہی کے بعد بیٹے سے مشورہ اس لیے نہیں کیا، کہ انہیں اس حکم کی تعمیل میں تردد تھا، کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام احکام الہیہ کی تعمیل میں تردد نہیں کرتے۔ اس مشورے میں حکمتیں تھیں۔
مفسرین کرام کی بیان کردہ حکمتوں میں سے پانچ درج ذیل ہیں:

- ۱: اگر اس کی بنا پر بیٹے کو پریشانی اور گھبراہٹ ہو، تو اسے تسلی دی جائے۔
- ۲: اگر بیٹے میں تسلیم و رضا ہو، تو باپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جائے۔

① ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۴۷؛ وتفسیر القرطبي ۱۵/۹۹؛ والتفسیر الکبیر ۲۶/۱۵۲؛
وتفسیر البيضاوي ۲/۲۹۸؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۲۰۰۔

۳: عظیم امتحان کے آغاز سے پہلے ہی بیٹا اس سے مانوس ہو جائے، تاکہ اس کا برداشت کرنا نسبتاً آسان ہو جائے۔

۴: رضا و رغبت سے قربان ہو کر بیٹا بھی اجر و ثواب میں شریک ہو جائے۔

۵: اس قسم کے معاملات میں مشورہ کرنا سنتِ ابراہیمی علیہ السلام قرار پائے۔^①

درس ۱۱: اولاد کے متعلقہ خیر کے معاملات میں ان سے مشاورت:

اولاد کے متعلق خیر کے پروگرام ترتیب دیتے وقت ان کے ساتھ مشاورت کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں دورانِ مشاورت مقدور بھر شفقت، مہربانی، پیار اور محبت کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ذبح کے حکم الہی کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے مشاورت کی اور اس کا آغاز [اے میرے چھوٹے سے بیٹے] کے شیریں الفاظ سے کیا۔ اس کے بعد انتہائی مؤثر انداز میں موضوعِ مشاورت [میں نے خواب میں دیکھا ہے، کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں] بیٹے کے سامنے رکھا۔ اس سے ان کا مقصود..... واللہ تعالیٰ اعلم..... یہ ہے، کہ میرے اور تمہارے خالق و مالک اللہ جل جلالہ کا مجھے یہ حکم آچکا ہے، کہ میں تمہیں ذبح کروں۔

پھر انہوں نے مشاورت کے لیے پیش کردہ بات کا اختتام کس عجیب انداز میں فرمایا: [”اب تم دیکھو، کہ تمہاری رائے کیا ہے؟“]

تنبیہ:

ہر قسم کی اولاد اور پیش آنے والا ہر مسئلہ ضروری نہیں، کہ مشاورت کے قابل ہو۔ بسا اوقات والدین کے لیے بعض معاملات میں اپنے اختیارات کا استعمال ضروری ہوتا ہے۔ ہر موقع پر صورتِ حال کے مطابق اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے قرآن و سنت

① ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۴۷؛ وتفسیر القرطبی ۱۵/۱۰۳؛ وتفسیر البیضاوی ۲/۴۹۸؛ وفتح الرحمن ص ۵۴۵؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۲۰۰۔

کی روشنی میں طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

(و)

﴿قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ

الصَّابِرِينَ﴾

[انہوں نے کہا: ”اے میرے ابا (جان)! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، وہ کر دیجئے، اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔“]

تفسیر:

۱: [أَبَتِ] اصل میں [أَبِي] [میرے باپ] ہے، [يَا] کو [تاء] سے بدل دیا گیا

ہے۔^①

ب: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جواب: ﴿افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ [آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، وہ کر دیجئے]

سے مراد یہ ہے، کہ میں آپ کو ذبح کرنے کا حق دیتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے ایک ہی جملے میں ذبح کرنے کی اجازت اور اس کا سبب بیان کر دیا ہے۔^②

ج: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قول: ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ الصَّابِرِينَ﴾ [اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے] سے مراد یہ ہے، کہ آپ مجھے صبر میں بلند مقام پانے والے مشہور لوگوں میں سے پائیں گے۔

① ملاحظہ ہو: تفسیر التحرير والتنوير ۱۵۱/۲۳.

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۵۱/۲۳.

ان کے اس جملے میں، ایک دوسرے جملے:

[اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والا پائیں گے]
سے کہیں زیادہ زور ہے۔^①

درس ۱۲: باپ کے ساتھ گفتگو میں ادب، واحترام، محبت اور پیار کا اظہار:

اپنے ذبح ہونے کے متعلق باپ سے بات سننے کے باوجود خوش نصیب بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے لب و لہجہ میں سختی، درشتگی، رعونت، تکبر یا بیزارگی کا دور دور تک نام و نشان دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے برعکس ان کے جواب میں محبت، پیار اور ادب واحترام ہے۔ بد نصیب اولاد کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے مزاج کے خلاف بات سن کر باپ سے گفتگو کی بھی رو دار نہیں رہتی۔ ان کے مسکین باپوں کے کان [اباجان] کی ندا سننے کے لیے ہفتوں ترستے رہتے ہیں، لیکن ان شقی القلب صاحبزادوں کے پاس اپنے متکبرانہ رویے پر نظر ثانی کے لیے بھی فرصت نہیں ہوتی۔ اے اللہ کریم! ہم عاجز بندے ایسی سنگ دل اولاد سے آپ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ إنک قریب مجیب۔

درس ۱۳: اچھے کام میں والدین کے ساتھ تعاون کرنا:

خوش نصیب اولاد خیر کے کاموں میں اپنے والدین کی حوصلہ افزائی کرتی اور ان کے دست و بازو بنتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استفسار پر جلیل القدر بیٹے نے کس قدر استقلال واستقامت کے ساتھ باپ کی ذمہ داری کی تکمیل کے لیے تعاون ہی نہیں، بلکہ خود اپنے آپ کو پیش کیا۔ فصلوات ربی وسلامہ علیہ وعلیٰ آبیہ، وعلیٰ نبینا الکریم۔

① ملاحظہ ہو: تفسیر التحرير والتنویر ۱۵۲/۲۳۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر میں بھی خوش نصیب بیٹے اسمعیل علیہ السلام نے اپنے باپ خلیل الرحمن علیہ السلام کے ساتھ تعاون کرنے میں پس و پیش نہ کیا۔ امام بخاری کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کردہ روایت میں ہے:

ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

”يَا إِسْمَاعِيلُ! إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا.“

[”اے اسماعیل! بے شک تمہارے رب نے مجھے حکم دیا ہے، کہ میں ان کا

گھر تعمیر کروں۔“]

انہوں نے عرض کیا:

”أَطِيعُ رَبَّكَ.“

[”اپنے رب کی اطاعت کیجئے۔“]

انہوں نے فرمایا:

”إِنَّهُ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي.“

[”بلاشبہ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے، کہ تم اس بارے میں میری اعانت کرو۔“]

انہوں نے عرض کیا:

”إِذْنٌ أَفْعَلُ.“

[”پھر میں (رب تعالیٰ کا گھر تعمیر کرنے میں) آپ کی اعانت کروں گا۔“]

أَوْ كَمَا قَالَ.

اے رب کریم! ہمیں خیر کے کام کرنے اور ہماری اولادوں کو ان کی تکمیل میں

ہمارے ساتھ تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین یا ذا الجلال والإکرام.

① صحیح البخاری، کتاب الأنبياء، باب يذفون: النسلان في المشي، جزء من الرواية

درس ۱۴: مشیتِ الہی کے بغیر کسی کام کا نہ ہونا:

کوئی شخص بھی حکمِ الہی کے بغیر نہ تو کوئی نیکی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی گناہ سے بچ سکتا ہے۔ قرآن و سنت میں اس حقیقت کو متعدد مرتبہ صریح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بارے میں تین نصوص ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱: ارشادِ ربانی:

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾^①

[اور تم جہانوں کے رب اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر کچھ چاہ نہیں سکتے]۔

ب: ارشادِ ربانی:

﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ

أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ سَبِيحٌ عَلِيمٌ﴾^②

[اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان کی رحمت نہ ہوتی، تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی [گناہوں سے] پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، پاک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے جاننے والے ہیں]۔

ج: مخلوق میں سے سب سے بلند و بالا ہمارے نبی کریم ﷺ کو بھی حکم دیا گیا،

کہ وہ مشیتِ الہی کے بغیر کسی کام کے کرنے کا ذکر نہ کریں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا. إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾^③

[اور آپ کسی چیز کے متعلق کبھی یہ نہ کہنا، کہ میں یہ کام کل ضرور کروں گا،

① سورة التکویر / الآية ۲۹.

② سورة النور / جزء من الآية ۲۱.

③ سورة الکہف / جزء من الآيتين ۲۳-۲۴.

مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہیں]۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس پیش آمدہ عظیم امتحان میں اپنے متعلق صریح الفاظ میں کہا: ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾^۱
[اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے]

درس ۱۵: خیر کے کام میں طلبِ اعانت پر اظہارِ تعاون کرنا:

خیر کے کام میں اعانت طلب کئے جانے پر مقدور بھر تعاون کا اظہار ضرور کرنا چاہیے۔ اس سے طلب کرنے والے کا دل باغ باغ، آنکھیں ٹھنڈی اور حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ ربِ علیم ہی جانتے ہیں، کہ اسماعیل کے اظہارِ تعاون سے ابراہیم علیہ السلام کو کس قدر اطمینان ہوا ہوگا۔ غزوہ بدر سے پہلے، آنحضرت ﷺ کے استفسار پر، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نیک ارادوں کے ذکر سے آپ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چمک اٹھا۔ ذیل میں دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

”مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ”ہم تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں کہتے: (آپ جائیے اور آپ کے رب اور دونوں جنگ کیجئے)، لیکن ہم تو آپ کے دائیں، بائیں، آپ کے آگے اور پیچھے لڑیں گے۔“

پس میں نے دیکھا، کہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ چمک اٹھا اور آپ ﷺ خوش ہو گئے۔“^۱

① صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿إِذ تَسْتَغِيثُونَ.....﴾، رقم

الحدیث ۳۹۵۲، ۷/۲۸۷.

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے، آنحضرت ﷺ کے مشورہ طلب کرنے پر عرض کیا: ”بے شک ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے اس بات کی گواہی دی ہے، کہ آپ جو (دین) لائے ہیں، وہی حق ہے۔ ہم نے اسی دین کی اساس پر آپ کی سمع و طاعت ❶ کا عہد و پیمان کیا ہے۔ اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اگر آپ ہمیں اس سمندر میں کودنے کا حکم دیں اور آپ اس میں داخل ہو جائیں، تو ہم آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے، کہ کل آپ ہمیں لے کر دشمن کے مقابلے میں آئیں۔ ہم جنگ میں صبر کرنے والے اور مقابلے کے وقت کے سچے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے آپ کو وہ دکھائیں، جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی برکت پر روانہ ہو جائیں۔“

سعد رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے رسول اللہ ﷺ خوش اور مستعد ہوئے اور فرمایا:

”سِيرُوا وَأَبْشُرُوا، فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ وَعَدَنِي إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَاللَّهِ! كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَصَارِعِ الْقَوْمِ.“ ❷

[”روانہ ہو جاؤ اور بشارت سنو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو میں سے ایک گروہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ! بلاشبہ گویا کہ ایسے ہے، کہ میں ان لوگوں کی (لاشوں کے) گرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔“]

❶ آپ کی بات سننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا۔

❷ البداية والنهاية ۷۰/۵۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”اسی طرح ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور متعدد وجوہ سے اس کے شواہد ہیں۔“ (المرجع السابق ۷۰/۵-۷۱)۔ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے اس کی [سند صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش السيرة النبوية الصحيحة ۳۵۹/۲)۔

(ز)

﴿فَلَمَّا اسْلَمًا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾

[پس جب وہ دونوں مطہج ہو گئے اور انہوں نے اسے پیشانی کے ایک جانب گرایا]

تفسیر:

۱: ﴿فَلَمَّا اسْلَمًا﴾:

اس کی تفسیر میں ذکر کردہ اقوال میں سے چار درج ذیل ہیں:

- ۱: دونوں باپ بیٹا حکم الہی کی تعمیل کے لیے مطہج اور فرماں بردار ہو گئے۔^①
- ۲: ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو اور بیٹے نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دی۔^②
- ۳: اس کو (سَلَّمًا) پڑھا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے، کہ انہوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔^③
- ۴: دونوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور ذکر الہی کیا۔ باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کی خاطر اور بیٹے نے موت کی آغوش میں جانے کی تیاری میں۔^④

ب: ﴿وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾

اس کی تفسیر میں درج ذیل دو اقوال بیان کئے گئے ہیں:

- ① ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۴۸؛ وتفسیر البغوي ۶/۲۸؛ وزاد المسير ۷/۷۵؛ وتفسیر القرطبي ۱۵/۹۷؛ وتفسیر الخازن ۶/۲۸؛ وتفسیر البيضاوي ۲/۲۹۹؛ وتفسیر ابن کثير ۴/۱۶؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۲۰۰.
- ② ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۴۸؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۲۰۰۔ یہ قول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۶/۲۸؛ وتفسیر الخازن ۶/۲۸).
- ③ ملاحظہ ہو: زاد المسير ۷/۷۵؛ وتفسیر القرطبي ۱۵/۹۷۔ یہ علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قرأت ہے۔
- ④ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثير ۴/۱۶.

۱: پیشانی کی ایک جانب پر گرایا۔ بیٹے کو اس طرح گرایا، جیسے جانور کو ذبح کرتے وقت کروٹ پر گرایا جاتا ہے۔^①

۲: پیشانی کے بل گرایا، تاکہ چہرہ سامنے آنے پر پیار اور شفقت کے جذبات کا حکمِ الہی پر غالب آنے کا امکان باقی نہ رہے۔^②

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”جب ابراہیم (علیہ السلام) کو مناسک (حج) کا حکم دیا گیا، تو شیطان نے سعی

کی جگہ میں ان کے سامنے آ کر ان کے ساتھ دوڑ لگائی، لیکن ابراہیم (علیہ السلام)

اس پر سبقت لے گئے۔ پھر جبریل (علیہ السلام) انہیں جمرہ عقبہ کے پاس لے

گئے، تو شیطان (پھر) ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے اسے سات

کنکریاں ماریں اور وہ چلا گیا۔ پھر جمرہ وسطیٰ پر ان کے سامنے آیا، تو

انہوں نے اسے سات کنکریاں ماریں اور اسی مقام پر انہوں نے اسے

(اپنے بیٹے کو) پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ (اس وقت)

اسماعیل علیہ السلام نے سفید قمیص پہن رکھی تھی۔ انہوں نے عرض کیا: ”اے

میرے ابا (جان)! آپ کے پاس میرے کفنانے کے لیے میری اس

قمیص کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں۔ آپ اس کو اتار لیجئے، تاکہ آپ مجھے اس

میں کفنا سکیں۔“

وہ قمیص اتارنے کی خاطر تیار ہوئے، تو انہیں پیچھے سے آواز دی گئی:

”اے ابراہیم (علیہ السلام) یقیناً تم نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔“

① ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۴۸؛ وزاد المسیر ۷/۷۶؛ وتفسیر البیضاوی ۲/۲۹۹؛ وتفسیر
أبی السعود ۷/۲۰۱.

② ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوی ۲/۲۹۸؛ وتفسیر أبی السعود ۷/۲۰۱.

ابراہیم (علیہ السلام) نے مڑ کر دیکھا، تو (وہاں) ایک سفید رنگ کا سینگوں اور موٹی آنکھ والا مینڈھا تھا۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”بے شک ہم نے خود کو اسی قسم کے مینڈھے خریدتے ہوئے دیکھا ہے۔“^①

درس ۱۶: حکم الہی کی بلا تر ڈو تعمیل:

اللہ والے احکام الہیہ کی بلا چون و چرا اور کسی قسم کے تر ڈو کے بغیر تعمیل کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ

بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾^②

[بلاشبہ جب ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کی طرف بلا یا جائے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں، تو ان کی اس کے سوا بات نہیں ہوتی، کہ وہ کہتے ہیں: ”ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔“ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں]۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے حکم الہی کی تعمیل کا بہترین نمونہ پیش کیا۔

درس ۱۷: عہد و پیمان کی پابندی:

عقل اور ایمان والے اپنے عہد و پیمان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس بارے میں قرآن کریم کی متعدد آیات میں سے تین درج ذیل ہیں:

① المسند، جزء من رقم الحدیث ۲۷۰۷، ۴/۲۴۸۔ شیخ احمد شاہ نے اس کی (سند کو صحیح) قرار دیا

ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۴/۲۴۷)۔

② سورة النور / الآية ۵۱۔

ا: ﴿إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ. الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْعُقُودَ﴾ ①

[نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں، وہ جو اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ وعدہ نہیں توڑتے]۔

ب: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ﴾ ②

[اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھتے ہیں]۔

ج: ﴿وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ ③

[عہد کرنے پر وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے، تنگ دستی، تکلیف اور

لڑائی میں صبر کرنے والے، یہی لوگ سچے اور یہی لوگ متقی ہیں]۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حکم الہی کی تعمیل میں ذبح ہونے پر صبر کرنے کے اپنے وعدے کی خوب پاس داری کی۔ اللہ کریم کو ان کی یہ بات اس قدر پسند آئی، کہ قرآن کریم میں اس کی تعریف فرمائی۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَإِذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا﴾ ④

[اور کتاب میں اسماعیل علیہ السلام۔ کا ذکر کرو، بے شک وہ وعدے کے سچے

اور رسول نبی تھے]۔

① سورة الرعد / الآيتين ۱۹-۲۰.

② سورة المؤمنون / الآية ۸، وسورة المعارج / الآية ۳۲.

③ سورة البقرة / جزء من الآية ۱۷۷.

④ سورة مريم / الآية ۵۴.

اے اللہ کریم! ہمیں بھی وعدے کی پاسداری کرنے والے بانصیب لوگوں میں شامل فرمائیے۔ آمین یا حی یا قیوم۔

(ح)

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا اِبْرَاهِيمَ. قَدْ صَدَّقَت الرُّؤْيَا﴾

[اور ہم نے اسے آواز دی، کہ اے ابراہیم!۔ علیہ السلام۔ واقعی تم نے خواب

سچ کر دکھایا]

تفسیر:

ایک سوال:

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کو ذبح کئے بغیر یہ کیسے فرمایا، کہ: ”واقعی تم نے خواب سچ کر دکھایا“ اس کا سچ کر دکھانا، تو بیٹے کے ذبح کرنے پر ہوتا۔

جواب:

اس حکم کی تعمیل کی خاطر، جو کچھ ابراہیم علیہ السلام کے بس میں تھا، انہوں

نے وہ کر دیا۔ اسی بارے میں دو مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”ہم نے تجھے جس بات کی تلقین کی تھی، وہ تم نے کر دی، جو تمہارے بس

میں تھا، وہ کر دیا اور جس سے ہم نے روکا تھا، تم اس سے رک گئے۔“^①

۲: شیخ سعدی تحریر کرتے ہیں:

”تمہیں جس چیز کا حکم دیا گیا، وہ تم نے کر دی، کیونکہ تم نے اپنے نفس کو

اس [کام] کے کرنے کے لیے تیار کر لیا اور اس کے لیے ہر سبب اختیار

کیا۔ حلق پر چھری چلانے کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔“^②

① تفسیر القرطبی ۹۷/۱۵؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الرحمن ص ۵۱۶۔

② تفسیر السعدی ص ۸۳۰۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

”إِلَّا شَرِّكُمْ فِي الْأَجْرِ.“^①

امام نووی نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ حَبَسَهُ عَنِ الْغَزْوِ مَرَضٌ أَوْ عُذْرٌ آخَرٌ]^②

[اس شخص کے متعلق باب جس کو جہاد سے بیماری یا کوئی اور عذر روکے۔]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”اس (حدیث) میں یہ (بات) ہے، کہ اگر عمل کرنے

میں کوئی عذر حائل ہو، تو بندہ اپنی نیت ہی سے عمل کرنے والے کا اجر حاصل کر لیتا

ہے۔“^③

(ط)

﴿إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

[بے شک ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیتے ہیں]

تفسیر:

ا: ﴿الْمُحْسِنِينَ﴾ [احسان کرنے والے]

احسان سے مراد..... جیسا کہ امام ابن قیم نے تحریر کیا ہے.....

”فَعَلُ الْمَأْمُورِ بِهِ سَوَاءٌ كَانَ إِحْسَانًا إِلَى النَّاسِ أَوْ إِلَى

نَفْسِهِ.“^④

[تعمیل حکم کرنا، اس کا تعلق لوگوں سے ہو یا (خود) اپنی ذات سے]۔

ب: علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

① صحیح مسلم، کتاب الإمارة، رقم الحدیث ۱۰۹ - (۱۹۱۱)، ۱۵۱۸/۳.

② المرجع السابق ۱۵۱۸/۳.

③ فتح الباری ۴۷/۶.

④ التفسیر القيم ص ۲۵۸.

”ہم انہیں دنیا و آخرت میں سختیوں سے نجات کی صورت میں بدلہ دیتے ہیں۔“^①

درس ۱۹: احسان کی وجہ سے مصائب سے خلاصی:

اللہ تعالیٰ اپنے احکام پر عمل کرنے والے بندوں کی مصیبتوں، دکھوں اور پریشانیوں کو دور کر دیتے ہیں۔ آیت کریمہ کے اس حصے میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں قاضی ابوسعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”تَعْلِيلٌ لِتَفْرِيجِ تِلْكَ الْكُرْبَةِ عَنْهُمَا بِإِحْسَانِهِمَا.“^②

[ان دونوں کے اس مصیبت سے خلاصی پانے کی وجہ بیان کی گئی ہے، کہ وہ ان دونوں کی حکم الہی کی بجا آوری تھی]۔

یہ بات ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ سنت الہیہ یہی ہے، کہ وہ محسنین کو اسی طرح مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات دیتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”أَيُّ هَكَذَا نَصْرٍ عَمَّنْ أَطَاعَنَا الْمَكَارِهِ وَالشَّدَائِدَ وَنَجَعَلْ لَهُمْ مِنْ أَمْرِهِمْ فَرَجًا وَمَخْرَجًا لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا. وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾“^③ .^④

① تفسیر القرطبی ۱۵/۱۰۶ .

② تفسیر أبي السعود ۷/۲۱۰ .

③ سورة الطلاق / الايتين ۲-۳ .

④ تفسیر ابن کثیر ۴/۱۸ .

[یعنی اسی طرح ہم اپنے اطاعت گزاروں کی تنگیوں اور سختیوں کو دور کر دیتے ہیں اور ان کے معاملات میں ان کے لیے چھٹکارے اور نجات کی صورت بنا دیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے (اس) ارشاد گرامی میں ہے:

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ۱ اختیار کرے گا، تو وہ اس کے لیے نکلنے کی راہ بنا دیں گے اور اسے وہاں سے رزق دیں گے، جہاں سے وہ گمان نہ کرتا ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے، تو وہ اس کے لیے کافی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کرنے والے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔]

(ی)

﴿إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ﴾

[بے شک یہی تو یقیناً کھلی ہوئی آزمائش ہے]

تفسیر:

اس آزمائش کی سختی، دشواری اور شدت متعدد باتوں سے نمایاں ہوتی ہے۔ ان میں سے چھ درج ذیل ہیں:

۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام اعزہ و اقارب اور وطن سے دور تھے۔ ایسے حالات میں بیٹے کی اہمیت و ضرورت عام حالات سے زیادہ ہوتی ہے۔

۱ امام طبری کی رائے میں (المتقین) کی بہترین تفسیر یہ ہے، [اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ممنوعہ چیزوں کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والے اور ان کے احکامات پر عمل کر کے ان کی اطاعت کرنے والے لوگ]۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری ۱/۳۳۳، ۳۳۴)؛ اور امام نووی کے نزدیک [تقویٰ] اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی پابندی کرنا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحریر أَلْفَاظ التَّنْبِيْهِ ص ۳۲۲)؛ نیز ملاحظہ ہو: تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب صفحات ۲۵-۲۸۔

- ۲: اللہ تعالیٰ نے یہ لخت جگر بڑھاپے میں عطا فرمایا تھا اور بوڑھے والدین ہی اس عمر میں ملنے والے فرزند کے ساتھ تعلق کو سمجھتے ہیں۔
- ۳: حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے فرزندِ اول تھے اور اولاد والے پہلوٹھی کے بچوں کی محبت کی دلوں پر گرفت سے خوب آگاہ ہیں۔
- ۴: ذبح کا حکم ملنے کے موقع پر یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے صاحبزادے تھے اور بوڑھے والدین کے اکلوتے فرزند سے تعلق کو رب ذوالجلال ہی بہتر جانتے ہیں۔
- ۵: اس راحتِ جان اور لخت جگر کو ذبح کرنے کا حکم اس وقت ملا، جب وہ کام کاج میں باپ کے ساتھ تعاون کرنے کے قابل ہو گئے تھے۔
- ۶: اس نورِ نظر میں دیگر اوصاف کے ساتھ ایک وصف یہ تھا، کہ وہ [بہت بردبار] تھے اور ایسے بیٹے کی حیثیت بوڑھے والدین کے لیے عام بیٹوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔^①

درس ۲۰: بندوں کی آزمائش کا سنتِ الہیہ ہونا:

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام ہی آزمائش میں مبتلا نہیں کئے گئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے، کہ وہ بندوں کو مختلف قسم کے مصائب میں مبتلا کر کے ان کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔ اس بارے میں قرآن کریم میں بیان کردہ دلائل میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: ارشادِ باری:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ﴾

① ان باتوں کی قدرے تفصیل (سوائے نمبر ۵ کے) راقم السطور کی کتاب [حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد] صفحات ۹۹-۱۰۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَالْأَنْفُسِ وَالْثَمَرَاتِ ۖ وَبَشِيرِ الصَّابِرِينَ ﴿١﴾

[اور ہم تمہیں خوف، بھوک اور مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے]۔

ب: ارشادِ ربانی:

﴿لَتُبْلَوْنَ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ﴾ ﴿٢﴾

[یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں میں تمہاری آزمائش ضرور کی جائے گی]۔

ج: ارشادِ ربانی:

﴿الَّذِينَ أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ. وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ﴾ ﴿٣﴾

[کیا لوگوں نے سمجھ لیا ہے، کہ انہیں، ان کے صرف اتنا کہہ دینے سے، کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دیا جائے گا اور وہ آزمائش میں نہیں ڈالے جائیں گے، حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمائش میں ڈالا تھا۔ سو اللہ تعالیٰ ہر صورت میں سچ کہنے والے لوگوں کو جان لیں گے اور ہر صورت میں جھوٹ کہنے والوں کو (بھی) جان لیں گے]۔

① سورة البقرة / الآية ۱۵۵.

② سورة آل عمران / جزء من الآية ۱۸۶.

③ سورة العنكبوت / الآيات ۱-۳.

درس ۲۱: آزمائش کا بندوں کے مقام و مرتبہ کے مطابق ہونا:

عظیم القدر خلیل الرحمن اور اسماعیل علیہما السلام کی آزمائش کس قدر شدید تھی! اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی آزمائش ان کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ عالی مرتبت حضرات کی آزمائش بہت دشوار اور کٹھن ہوتی ہے۔

اسی بارے میں حضرات ائمہ احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”میں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟“

”یا رسول اللہ۔ طے علیہم۔ لوگوں میں سے شدید ترین آزمائش کن کی ہوتی ہے؟“

آنحضرت طے علیہم نے فرمایا:

”الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَأَلْأَمْثَلُ مِنَ النَّاسِ، يُتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَابَةٌ زِيدَ فِي بَلَائِهِ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ خُفِّفَ عَنْهُ. وَمَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَمْشِيَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ لَيْسَ عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ.“^①

① المسند، رقم الحديث ۱۴۸۱، ۷۸/۳؛ والمنتخب من مسند عبد بن حميد، رقم الحديث ۱۴۶، ۱۶۲/۱؛ وجامع الترمذي، أبواب الزهد، باب في الصبر على البلاء، رقم الحديث ۲۵۰۹، ۶۶-۶۷؛ وسنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، رقم الحديث ۴۰۲۳، ۱۱/۴۵۴-۴۵۵. امام ترمذی اور شیخ البانی نے اسے [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۶۷/۷؛ وصحيح سنن الترمذی ۲۸۶/۲).

[”انبیاء علیہم السلام کی پھر صالحین کی، پھر (باقی ماندہ) لوگوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت والوں کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے بقدر ہوتی ہے، اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو، تو اس کی آزمائش (کی شدت) میں اضافہ کیا جاتا ہے اور اگر اس کی دینی حالت پتلی ہو، تو اس کی آزمائش میں تخفیف کی جاتی ہے۔ بندہ آزمائش میں مبتلا رہتا ہے، یہاں تک وہ (اس حالت میں) زمین پر چلتا ہے، کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں رہتا۔“]

(ک)

﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ﴾

[اور ہم نے اس کے فدیے میں بہت بڑا ذبیحہ دیا]

تفسیر:

۱: ﴿وَفَدَيْنَاهُ﴾:

جیسا کہ ظاہر ہے، کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کا ایک حصہ ہے اور مراد یہ ہے: کہ ہم نے تمہارے بیٹے کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا ہے۔^①
 ب: حضرت ابراہیم نے اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے فدیہ دیا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فدیہ کا حکم دینے کی بنا پر اس کی نسبت ان کی طرف کی گئی۔^②
 ج: ﴿بِذَبْحٍ﴾: ذال کی زیر کے ساتھ [فِعْلٌ] کے وزن پر ہے اور یہ کثرت سے مفعول کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں بھی [ذَبْحٌ] [مَذْبُوحٌ] کے معنی میں آیا ہے، یعنی ذبیحہ۔^③

① ملاحظہ ہو: تفسیر التحرير والتنوير ۲۳/۱۰۰۔

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۳/۱۰۶۔

③ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۳/۱۰۶؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۰۷/۱۰۔

- د: ﴿عَظِيمٍ﴾: اس ذبیحہ کو [عظیم] کہنے کے اسباب میں سے تین درج ذیل ہیں:
- ۱: اس کی شان و عظمت کی بنا پر، کیونکہ اس کے ساتھ ایک رسول کے ایسے بیٹے کا فدیہ دیا گیا، جو بعد میں منصب رسالت پر فائز ہونے والے تھے۔ ﷺ۔ ①
 - ۲: اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت کی بنا پر۔ ②
 - ۳: اس کی بڑی جسامت کی وجہ سے۔ ③

درس ۲۲: حسب مشیت تخلیق پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ:

اللہ تعالیٰ جو چاہے، جب چاہے، جیسے چاہے تخلیق فرماتے ہیں۔ کسی چیز کے پیدا کرنے میں وہ قطعی طور پر اسباب کے محتاج نہیں۔ اللہ کریم نے خود اپنے متعلق فرمایا۔

﴿يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ④

[اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، پیدا فرماتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتے ہیں]۔

کسی چیز کی تخلیق کا ایک مدت میں مکمل کرنا، یا [كُنْ] کہنے سے فوراً وجود میں لانا ان کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ کسی بھی چیز کی تخلیق کے لیے، ان کی طرف سے تو [كُنْ] کہنا ہی بہت کافی ہے۔ قرآن کریم میں متعدد آیات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ انہی میں سے چار آیات درج ذیل ہیں:

- ① ملاحظہ ہو: تفسیر التحرير والتنوير ۱۵۶/۲۳؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۰۷/۱۵؛ و تفسیر البيضاوي ۳۰۰/۲؛ و تفسیر أبي السعود ۲۰۱/۷۔
- ② ملاحظہ ہو: التفسیر الكبير ۱۵۸/۲۶؛ نیز دیکھئے: تفسیر القرطبي ۱۰۷/۱۵؛ و فتح القدير ۵۸۷/۴۔
- ③ ملاحظہ ہو: التفسیر الكبير ۱۵۶/۲۶؛ نیز دیکھئے: تفسیر البيضاوي ۳۰۰/۲؛ و تفسیر أبي السعود ۲۰۱/۷؛ و فتح القدير ۵۷۸/۴۔
- ④ سورة النور / جزء من الآية ۴۵۔

ا: ﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ ①

[ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں، تو اسے صرف یہ کہتے ہیں: ”ہو جا“،

بس وہ چیز ہو جاتی ہے۔]

ب: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ ②

[جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں، تو ان کا حکم اس کے سوا نہیں ہوتا، کہ

وہ اسے کہتے ہیں: ”ہو جا“، تو وہ ہو جاتی ہے۔]

ج: ﴿بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ

كُنْ فَيَكُونُ﴾ ③

[آسمانوں اور زمین کے (بغیر نمونہ دیکھے) پیدا کرنے والے ہیں اور

جب وہ کسی چیز (کو وجود میں لانے) کا فیصلہ کر لیتے ہیں، تو اسے بس یہی

کہتے ہیں: ”ہو جا“، تو وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔]

د: ﴿قَالَتْ رَبِّ انِّي يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَ لَمْ يَمْسَسْنِي بَشْرٌ قَال

كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ

فَيَكُونُ﴾ ④

[انہوں (مریم) نے کہا: ”اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا

ہے، حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا؟“ فرمایا: ”اسی طرح اللہ تعالیٰ

جو چاہتے ہیں، پیدا فرماتے ہیں۔ جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کر لیتے ہیں، تو

اسے صرف [كُنْ] کہتے ہیں اور وہ ہو جاتی ہے۔“]

① سورة النحل / الآية ۴۰ .

② سورة يس ۷ / ۸۲ .

③ سورة البقرة / الآية ۱۱۷ .

④ سورة آل عمران / الآية ۴۷ .

جس چیز کو وہ وجود میں لانا چاہیں، پلک جھپکتے وجود میں آ جاتی ہے، وہ خود فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَّحٌ بِالْبَصْرِ﴾^①

[اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ ہی آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہوتا ہے]۔

جب ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی خاطر تیار ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب کے بغیر عام معمول سے ہٹ کر سینگوں اور موٹی آنکھ والا سفید رنگ کا ایک مینڈھا مہیا فرما دیا اور ایسے کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان اور سہل ہے۔^②

(ل)

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ. سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ. كَذَلِكَ

نَجَّزِيَ الْمُحْسِنِينَ﴾

[اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو، ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں]

تفسیر:

ا: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾:

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”أَيُّ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ثَنَاءً جَمِيلًا فِي الْأُمَّمِ بَعْدَهُ، فَمَا مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا تُصَلِّي عَلَيْهِ وَتُحِبُّهُ.“^③

[”یعنی بعد میں آنے والی امتوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا، ہر امت

① سورة القمر / الآية ۵۰ .

② اس کے متعلق تفصیل اس کتاب کے صفحات ۵۸-۵۹ میں دیکھئے۔

③ تفسیر القرطبی ۱۱۲/۱۵؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۳۰/۶؛ وتفسیر الخازن ۳۰/۶ .

ان پر درود بھیجتی ہے۔ اور ان سے محبت کرتی ہے۔“ [شیخ ابن عاشور اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”وَتَرَكْنَا لَهُ ثَنَاءً، وَأَنْعَمْنَا عَلَيْهِ.“^①

[اور ہم نے ان کی تعریف کو باقی رکھا اور ہم نے ان پر انعام کیا]۔

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی تحریر کرتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والی قوموں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا، یہودی، نصرانی اور مسلمان سب ہی ان کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں اور ان کے لیے سلامتی اور رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور قیامت تک ان کا ذکر جمیل قوموں میں باقی رہے گا۔“^②

ب: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾: [ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو]

تفسیر:

اس کی تفسیر میں ذکر کردہ اقوال میں سے تین درج ذیل ہیں:

- ۱: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہے۔^③
- ۲: ان کے لیے آفات سے سلامتی ہے۔^④
- ۳: اس کا تعلق سابقہ جملہ سے ہے اور مقصود یہ ہے، کہ ہم نے آئندہ نسلوں میں ان کے لیے یہ جملہ [سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ] باقی رکھا اور مراد یہ ہے، کہ آئندہ آنے والے لوگ نسل در نسل ان کا ذکر خیر کرتے رہیں گے اور ان کے لیے

① تفسیر التحرير والتنوير ۱۳۳/۲۳.

② تيسير الرحمن لبيان القرآن ص ۱۲۶۳.

③ ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۱۲/۱۵؛ و تفسیر البيضاوي ۲۹۶/۲؛ و تفسیر التحرير والتنوير

۱۳۳/۲۳؛ تفسیر السراغي ۷۶/۲۳.

④ ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۱۲/۱۵.

رحمت اور سلامتی کی دعائیں کرتے رہیں گے۔^①

ج: ﴿كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾:

[ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں]

تفسیر:

﴿كَذَلِكَ﴾:

اس سے آئندہ آنے والے لوگوں میں ذکر خیر باقی رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ گذشتہ آیت کریمہ [إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ] کے مشارِ اِلیہ^② سے الگ ایک نئی بات ہے، کیونکہ وہاں ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے سختی اور شدت دور کرنے کی طرف اشارہ تھا۔^③

﴿الْمُحْسِنِينَ﴾:

اس سے مراد حکم الہی کے لیے مطیع اور فرماں بردار لوگ ہیں۔^④

درس ۲۳: اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کے لیے قبولیتِ عامہ:

آئندہ نسلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر خیر کے باقی رہنے کی علت اور سبب حکم الہی کے لیے ان کی طاعت گزاری ہے۔^⑤

اس طرح قبولیتِ عامہ پانا صرف انہی کے ساتھ خاص نہیں تھا، بلکہ سنتِ الہیہ

① ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوی ۷۹۶/۲؛ و تفسیر أبي السعود ۱۹۶/۷؛ و فتح القدیر ۵۶۹/۴.

② (مشارِ اِلیہ): جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

③ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷.

④ ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۵۷۷/۴.

⑤ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷؛ و فتح القدیر ۵۷۰/۴.

ہے، کہ وہ اپنے فرماں بردار بندوں کے لیے عقیدت، محبت اور احترام کی فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ اس بارے میں متعدد دلائل میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا﴾ ①

[بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، رحمن ضرور ان کے لیے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دیں گے۔]

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلُ: ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ.“
فِيحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
فُلَانًا، فَأَحِبُّوهُ.“

فِيحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوَضَّعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ.“ ②

[جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں، تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتے ہیں: ”بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں، تم بھی اس سے محبت کرو۔“

سو جبریل اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبریل آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں: ”بے شک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتے ہیں، سو تم بھی اس سے محبت کرو۔“

① سورة مريم / الآية ۹۶.

② متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب المِيقَةِ من الله تعالى، رقم الحديث

۶۰۴۰، ۱۰/۴۶۱؛ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، رقم الحديث ۱۵۷-

(۲۶۳۷)، ۴/۲۰۳۰. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے قبولیت (اور پذیرائی) رکھ دی جاتی ہے۔“ [امام نووی نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا حَبَبَهُ إِلَى عِبَادِهِ] ❶

[اس بارے میں) باب، کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں، تو اسے اپنے بندوں کے لیے محبوب بنا دیتے ہیں]۔

(م)

﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ﴾

[بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا]

تفسیر:

ا: ﴿عِبَادِنَا﴾:

[ہمارے بندوں]

علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”أَيُّ مِنَ الَّذِينَ أَعْطُوا الْعِبُودِيَّةَ حَقَّهَا حَتَّى اسْتَحَقُّوا
الِإِضَافَةَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى.“ ❷

[”یعنی وہ عبودیت کا حق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف انتساب کا شرف

پانے والوں سے ہو گئے۔“]

ب: ﴿الْمُؤْمِنِينَ﴾:

قاضی ابوسعود اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

❶ صحیح مسلم ۴/۲۰۳۰.

❷ تفسیر القرطبی ۱۵/۱۱۲.

”الرَّاسِخِينَ فِي الْإِيمَانِ عَلَى وَجْهِ الْإِيقَانِ وَالْإِطْمِئْنَانِ.“^①
[یقین واطمینان کے اعتبار سے راسخ ایمان والوں میں سے]۔

درس ۲۴: احکام الہیہ کی تعمیل کا ایمان راسخ کا ثمرہ ہونا:

ایمان راسخ کے سرچشمہ سے احکام الہیہ کی بجا آوری پھوٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے (محسنین) [احکام الہیہ کے لیے مطیع و فرماں بردار لوگوں] میں سے ہونے کے بعد: ﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ﴾ [بلاشبہ وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایمان دار بندوں میں سے تھا] فرما کر یہ حقیقت واضح فرمائی، کہ ان کی بے مثال طاعت گزاری کے پس پشت ان کا یقین و اطمینان کے اعتبار سے راسخ ایمان تھا۔ علامہ شوکانی اس کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

”هَذَا بَيَانٌ بِكُونِهِ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ، وَتَعْلِيلٌ لَهُ بِأَنَّهُ كَانَ عَبْدًا مُؤْمِنًا مُخْلِصًا لَهُ.“^②

[”یہ ان کے محسنین سے ہونے اور اس کی علت کا بیان ہے، کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے مخلص ایمان دار بندے تھے“^③۔]

ایمان کی پختگی اور امر الہیہ کی بجا آوری کو آسان اور سہل کر دیتی ہے، جبکہ ایمان کی کمزوری سے احکام الہیہ پر عمل پیرا ہونا بہت بھاری اور بوجھل ہو جاتا ہے۔ اے رب ذوالجلال! اپنی رحمت سے ہم ناکاروں کو پختہ ایمان والوں میں شامل فرما دیجئے۔
إِنَّكَ قَرِيبٌ مَجِيبٌ .

① ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷۔

② فتح القدير ۴/۵۷۰؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۲/۳۰۰؛ و تفسیر أبي السعود ۱۹۶/۷۔

③ مراد یہ ہے، کہ وہ اخلاص و ایمان کی وجہ سے محسنین میں شامل ہوئے۔

(ن)

﴿وَبَشِّرْنَا هُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ. وَبَارَكْنَا

عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ﴾

[اور ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی، جو نبی اور نیک لوگوں میں سے ہوں گے اور ہم نے اس پر اور اسحاق - علیہ السلام - پر برکت نازل فرمائی]۔

تفسیر:

ا: یہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے سابقہ بشارت: ﴿وَبَشِّرْنَا هُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ ① کے علاوہ ایک نئی خوشخبری تھی۔ اسی کا ذکر سورۃ ہود علیہ السلام میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

﴿فَبَشِّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ ②

[پس ہم نے اسے ③ اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب - علیہ السلام - کی خوش خبری دی]۔

ب: ﴿بِإِسْحَاقَ﴾:

اس سے مراد اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت ہے۔ ④

ج: اسحاق علیہ السلام کے نام کے متعلق دو احتمالات ہیں:

ایک یہ، کہ اللہ تعالیٰ نے اسی نام کے ساتھ بچے کی بشارت دی۔ اس طرح بچے کا نام بھی خود اللہ تعالیٰ نے رکھ دیا۔ دوسرا احتمال یہ ہے، کہ بشارت بچے کی تھی، جس کا

① ترجمہ: اور ہم نے اسے ایک بہت بردبار بچے کی بشارت دی۔

② جزء من الآية ۷۱.

③ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ اور اسحاق علیہ السلام کی والدہ سارہ علیہا السلام کو۔

④ ملاحظہ ہو: تفسیر التحرير والتنوير ۱۶۱/۲۳.

نام بعد میں اسحاق رکھا گیا۔^①

د: ﴿نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾:

مراد یہ ہے، کہ جس بچے کی بشارت دی جا رہی ہے، وہ بعد میں نبی

اور نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ یہ مراد نہیں، کہ وہ بوقت بشارت نبی تھے۔^②

۵: ﴿وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ﴾:

[اور ہم نے اس پر اور اسحاق علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی]

I: [اس پر] کی تفسیر میں دو اقوال ہیں:

۱: اس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں، کہ ہم نے ان پر برکت نازل فرمائی۔^③

۲: اس سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں، کہ ہم نے ان پر برکت نازل فرمائی۔^④

II: (نزول برکت):

اس کے متعلق مفسرین کرام کے بیان کردہ معانی میں سے چار درج

ذیل ہیں:

۱: ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں برکت نازل فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کی اکثریت اسحاق علیہ السلام

① ملاحظہ ہو: تفسیر التحرير والتنوير ۱۶۱/۲۳.

② ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۳۰۰/۲؛ و تفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷؛ و فتح القدير ۵۷۷/۴؛

و تفسیر التحرير والتنوير ۱۶۱/۲۳.

③ ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۳۰/۶؛ و تفسیر القرطبي ۱۱۳/۱۵؛ و تفسیر الخازن ۳۰/۶.

④ ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۱۳/۱۵.

کی نسل میں سے مبعوث کی گئی۔ ❶

۲: ان دونوں پر دینی و دنیوی برکات کی برکھا بر سادی۔ ❷

۳: ان دونوں کی نسل کو خوب بڑھایا۔ ❸

۴: ان دونوں کے ذکر خیر کو روزِ قیامت تک باقی رکھا۔ ❹

و: ﴿عَلَيْهِ﴾ [اس پر]

شیخ ابن عاشور اس کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

”أَيُّ تَمَكُّنِ الْبَرَكَاتِ مِنَ الْإِحَاطَةِ بِهِمَا.“ ❺

[یعنی برکت نے ان دونوں کو خوب اچھی طرح اپنے گھیرے میں لے لیا]۔

درس ۲۵: احکام الہیہ کی بجا آوری کا دنیا میں صلہ:

اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا صلہ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی ہے۔ یہ

اللہ تعالیٰ کی سنتِ ثابتہ ہے۔ قرآن و سنت کے اس بارے میں متعدد دلائل میں سے

چار درج ذیل ہیں:

۱: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ لَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَ

لِنِعْمَةِ دَارِ الْمُتَّقِينَ﴾ ❻

❶ تفسیر البغوي ۳۰/۶؛ وتفسیر الخازن ۳۰/۶؛ وتفسیر البيضاوي ۳۰۰/۲؛ وتفسیر

الجلالين ص ۵۹۴؛ وتفسیر ابی السعود ۲۰۲/۷.

❷ ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۳۰۰/۲؛ وتفسیر ابی السعود ۲۰۲/۷؛ وفتح القدير ۵۷۷/۴.

❸ ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۷۸/۷؛ وفتح القدير ۵۷۷/۴.

❹ ملاحظہ ہو: التفسیر الكبير ۱۵۹/۲۶؛ وفتح القدير ۵۷۷/۴.

❺ تفسیر التحرير والتنوير ۱۶۲/۲۳.

❻ سورة النحل / جزء من الآية ۳۰.

[احسان کرنے والے لوگوں کے لیے اس دنیا میں [حَسَنَةً] ہے، اور بے شک آخرت کا گھر تو کہیں بہتر ہے اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کا گھر بہت ہی اچھا ہے۔]

شیخ سعدی دنیا میں ملنے والی [حَسَنَةً] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”أَيُّ رِزْقٍ وَاسِعٍ، وَعَيْشَةٍ هَنِئَةٍ، وَطَمَانِينَةٍ قَلْبٍ، وَآمَنٍ، وَسُرُورٍ.“^①

[”یعنی کشادہ روزی، خوش گوار زندگی، اطمینان قلب، امن اور مسرت۔“]

ب: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّاهُ حَيٰوةً

طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾^②

[جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو، تو ہم اسے ضرور

[حَيٰوةً طَيِّبَةً] بخشیں گے اور ہم انہیں ضرور ان کے اعمال سے زیادہ اچھا

بدلہ دیں گے۔]

حافظ ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هَذَا وَعْدٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى لِمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ

أُنْثَىٰ، وَقَلْبُهُ مُؤْمِنٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ بِأَنْ يُحْيِيَهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً فِي

الدُّنْيَا، وَأَنْ يَجْزِيَهُ بِأَحْسَنِ مَا عَمِلَهُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ. ^③

① تفسیر السعدی ص ۵۰۹.

② سورة النحل / الآية ۹۷.

③ تفسیر ابن کثیر ۲/۶۴۵ باختصار.

[نیک عمل کرنے والا شخص، جس کا دل اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، وہ مرد ہو یا عورت اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے، کہ وہ اسے دنیا میں [حَيَوَةٌ طَيِّبَةٌ] عطا فرمائیں گے اور اسے دارِ آخرت میں اس کے عمل سے بہتر بدلہ دیں گے۔]

[حَيَوَةٌ طَيِّبَةٌ] کی تفسیر میں حضرات مفسرین کے نقل کردہ اقوال میں سے چار درج ذیل ہیں:

- ۱: وہ قناعت ہے۔ ①
 - ۲: وہ پاکیزہ حلال رزق ہے۔ ②
 - ۳: وہ سعادت ہے۔ ③
 - ۴: وہ دنیا میں رزق حلال اور عبادت ہے۔ ④
- حافظ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں، کہ صحیح بات یہ ہے، کہ [حیاء طیبہ] ان سب کو اپنے اندر سموائے ہوئے ہے۔ ⑤
- شیخ سعدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ذَلِكَ بِطَمَآنِينَةٍ قَلْبِهِ وَسَكُونِ نَفْسِهِ، وَعَدَمِ التَّفَاتِيهِ لِمَا يُشَوِّشُ عَلَيْهِ قَلْبَهُ، وَيَرْزُقُهُ اللَّهُ رِزْقًا حَلَالًا طَيِّبًا مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.“ ⑥

- ① ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۴/۴۸۸؛ و تفسیر ابن کثیر ۲/۶۴۵؛ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔
- ② ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۴/۴۸۹؛ و تفسیر ابن کثیر ۲/۶۴۵؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔
- ③ ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۴/۴۸۹؛ و تفسیر ابن کثیر ۲/۶۴۵؛ یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔
- ④ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۲/۶۴۵، یہ حضرت ضحاک سے منقول ہے۔
- ⑤ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲/۶۴۵۔
- ⑥ تفسیر السعدی ص ۵۲۱۔

[اللہ تعالیٰ] اسے یہ [حیاء طیبہ] اطمینانِ قلب، سکونِ نفس اور دل کو تشویش لاحق کرنے والی چیزوں سے دور کر کے عطا فرماتے ہیں اور وہ اسے وہاں سے پاکیزہ حلال رزق عطا فرماتے ہیں، جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

ج: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾^①

[اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے، تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی، تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔]

د: امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ كَانَتْ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللَّهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا، وَهِيَ رَاغِمَةٌ...“ الحدیث^②

[”جس شخص کا قصد و نیت آخرت ہو، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تو نگری ڈال دیتے ہیں، اس کے بکھرے ہوئے معاملات کو سدھار دیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے] الحدیث.

① سورة الأعراف / الآية ۹۶.

② جامع الترمذی، أبواب صفة القيامة، باب، جزء من رقم الحدیث ۲۵۸۳، ۷/۱۳۹. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ۲/۳۰۰).

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الہی کی بجا آوری میں اپنے نورِ نظر کو ذبح کرنے کا سچا عزم اور مقدور بھر کوشش کی، تو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان پر اپنی عنایات اور نوازشات کی بارش برسادی۔ انہی مہربانیوں میں سے سات درج ذیل تھیں:

ا: بیٹے کو ذبح ہونے سے محفوظ فرما کر ایک مینڈھا بطور فدیہ مہیا فرمایا۔

ب: ایک اور بیٹے اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔

ج: اس بیٹے کے نبی اور صالحین میں سے ہونے کی خوش خبری دی۔

د: اس بیٹے کے ساتھ پوتے یعقوب علیہ السلام کی بھی بشارت دی۔

ہ: ان دونوں کی نسل کو خوب بڑھایا۔

و: ان دونوں کے ذکرِ خیر کو قیامت تک باقی رکھا۔

ز: ان کی نسل میں نبوت و کتاب کو جاری فرما دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا
وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾^①

[ہم نے نبوت اور کتاب ان کی نسل ہی میں کر دی اور ہم نے انہیں دنیا

میں ان کا اجر دیا اور بے شک وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہیں]۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

”فَلَمْ يَبْعَثِ اللَّهُ نَبِيًّا بَعْدَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا مِنْ
صُلْبِهِ.“^②

[”اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہر نبی انہی کی نسل سے مبعوث کیا۔“]

① سورة العنكبوت / جزء من الآية ۲۷.

② فتح القدير ۴/ ۲۸۳.

درس ۲۶: اولاد کا باپ کی نیکی کی وجہ سے فائدہ پانا:

باپ کی احکام الہیہ کی بجا آوری سے اولاد کو دنیا ہی میں فائدہ پہنچنے کی توفیق الہی سے توقع ہوتی ہے۔ حکم الہی کی بے مثال تعمیل پر ابراہیم علیہ السلام پر برکتوں کا نزول ہوا۔ ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے اسحاق علیہ السلام پر بھی اللہ تعالیٰ نے برکتیں نازل فرمائیں، حالانکہ اس موقع پر ان کی کچھ کارگزاری نہ تھی، بلکہ وہ تو اس وقت تک دنیا میں تشریف بھی نہ لائے تھے۔

باپ کی نیکی کی بنا پر اولاد کو نفع پہنچنے کے سلسلے میں ذیل میں دو آیات اور دو اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: ارشادِ ربّانی:

﴿وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي﴾ ①

[خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے مہمان نوازی نہ کرنے والی بستی کی گرتی ہوئی دیوار سیدھی کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا) اور وہ دیوار اس شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، تو آپ کے رب نے چاہا، کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں۔ آپ کے رب کی رحمت تھی اور میں نے (یہ سارے کام) اپنی رائے سے نہیں کئے۔]

آیت کریمہ میں بیان کردہ حقیقت کو اچھی طرح واضح کرنے کی غرض سے ذیل

① سورة الكهف / جزء من الآية ۸۲.

میں تین حضرات مفسرین کے اقوال توفیقِ الہی سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”حُفِظَا بِصَلَاحِ أَبِيهِمَا، وَلَمْ يُذْكَرْ لَهُمَا صَلَاحًا.“^①

[”ان دونوں کی اپنے باپ کی نیکی کی بنا پر حفاظت کی گئی، حالانکہ ان کی

کسی ذاتی نیکی کا ذکر نہیں کیا گیا۔“]

۲: حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اس میں یہ دلیل ہے، کہ نیک آدمی کی اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کی

عبادت کی برکت دنیا و آخرت میں اس کی اولاد کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ بات

قرآن و سنت سے ثابت ہے۔^②

۳: علامہ سیوطی تحریر کرتے ہیں:

”إِنَّ الْوَالِدَ يُحْفَظُ بِصَلَاحِ أَبِيهِ.“^③

[بے شک باپ کی نیکی کی وجہ سے بیٹے کی حفاظت کی جاتی ہے۔]

ب: ارشادِ ربانی:

﴿وَلِيُخْشِ الَّذِينَ لَوْ تَرَ كُوفًا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾^④

[ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے، کہ اگر وہ اپنے بعد ناسواں بچے چھوڑ جائیں،

جن کے متعلق انہیں (ضائع ہونے کا) اندیشہ ہو، تو ان لوگوں کو چاہیے،

کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور سیدھی بات کہیں۔]

① تفسیر ابن کثیر ۱۱۱/۳.

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۱۱/۳.

③ ملاحظہ ہو: الإكليل في استنباط التنزيل ص ۱۷۱.

④ سورة النساء / الآية ۹.

شیخ قاسمی اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

”اس آیت میں کمزور اولاد چھوڑنے سے ڈرنے والے باپوں کی راہنمائی کے لیے اشارہ ہے، کہ وہ اپنے تمام معاملات میں تقویٰ اختیار کریں، تاکہ ان کے بعد ان کی اولادوں کی حفاظت کی جائے اور عنایتِ الہیہ سے ان کی نصرت ہو۔ علاوہ ازیں اس (آیت) میں ان میں تقویٰ کے فقدان کی صورت میں اولادوں کے ضائع ہونے کی وعید (بھی) ہے۔ اس میں یہ اشارہ (بھی) ہے، کہ آباء و اجداد کا تقویٰ نسلوں کی حفاظت کرتا ہے اور نیک لوگوں کی کمزور اولادوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔“^①

ج: حضرت سعید بن المسیب نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

”لَا زِيْدَنَّ فِي صَلَاتِي مِنْ أَجْلِكَ رَجَاءً أَنْ أُحْفَظَ فِيكَ.“^②
[”میں تمہاری خاطر اپنی (نفلی) نماز میں اس امید پر ضرور اضافہ کروں گا، کہ اس کی وجہ سے تمہاری حفاظت کی جائے۔“]

د: حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

”مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَمُوتُ إِلَّا حَفِظَهُ اللَّهُ فِي عَقْبِهِ وَعَقِبِ عَقْبِهِ.“^③

[”کوئی مومن فوت نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔“]

① تفسیر القاسمی ۴۷/۵.

② جامع العلوم والحکم ۴۶۷/۱.

③ ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۳۰۰/۲؛ و تفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷؛ و فتح القدير ۵۷۷/۴.

(س)

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهَا مُحَمَّدٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ﴾

[اور ان دونوں کی اولاد سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ

پر صریح ظلم کرنے والا ہے]

تفسیر:

ا: ﴿مُحْسِنٌ﴾:

اس سے مراد اچھے عمل کرنے والا یا ایمان و توحید اور اللہ تعالیٰ کی

طاعت گزاری کے ساتھ خود اپنے آپ سے احسان کرنے والا شخص ہے۔ ① حضرات

انبیاء علیہم السلام اور صالحین اسی زمرے سے ہیں۔ ②

ب: ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾:

اپنی جان پر کفر اور نافرمانی سے ظلم کرنے والے۔ کافر اور فاسق لوگ

اسی قسم میں شامل ہیں۔ ③

ج: ﴿مُبِينٌ﴾:

اس کا ظلم ظاہر ہے۔ ④

درس ۲۷: ہدایت و گمراہی کا حسب و نسب سے مشروط نہ ہونا:

ہدایت و ضلالت حسب و نسب سے مشروط اور مقید نہیں۔ ⑤ کتنی ہی دفعہ نیک

① ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۵۹/۲۶۔

② ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوی ۳۰۰/۲؛ و تفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷؛ و فتح القدیر ۵۷۷/۴۔

③ ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۵۹/۲۶۔

④ ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوی ۳۰۰/۲۔

⑤ ملاحظہ ہو: الکشاف ۳۵۱/۳-۳۵۲؛ و تفسیر البیضاوی ۳۰۰/۲؛ و تفسیر أبي السعود

۲۰۲/۷؛ و تفسیر المراغی ۷۶/۲۳۔

لوگوں کے ہاں بُرے اور بُرے لوگوں کے ہاں نیک بچے جنم لیتے ہیں ❶ اللہ تعالیٰ زندے سے مردہ، اور مردے سے زندہ نکالتے ہیں۔ عظیم المرتبت رسول نوح علیہ السلام کا بیٹا حالتِ کفر میں غرق ہو کر مرا اور بت پرست آزر کا بیٹا خلیل الرحمن علیہ السلام بنا۔

درس ۲۸: باپ کے فضائل و مناقب کا بیٹے کو عالی مرتبت نہ بنانا:

باپ کی خوبیوں اور اچھائیوں کی وجہ سے بیٹا مقام و مرتبہ والا قرار نہیں پاتا۔ ❷ فضیلت اور برتری ذاتی خصائل اور اپنے اچھے کئے ہوئے اعمال کی بنا پر ہوتی ہے، البتہ باصلاحیت اور اعلیٰ کردار والی اولاد کے لیے باپ کے محامد و محاسن مزید عزت کا سبب بنتے ہیں۔ ❸

درس ۲۹: اعلیٰ خاندان سے نسبت کا غلط عقیدے اور بُرے عمل والے کو فائدہ نہ ہونا:

غلط عقیدے اور بُرے اعمال والے شخص کو اعلیٰ خاندان کی طرف نسبت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ یہ فائدہ صحیح عقیدے اور اچھے اعمال سے مشروط ہوتا ہے۔ عقیدے اور اعمال کی خرابی کے سبب مشرکین عرب کا اسماعیل علیہ السلام کی نسل اور یہود و نصاریٰ کا اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہونا، ان کے کسی کام نہ آیا۔ ❹

❶ ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۵۲؛ و تفسیر التحریر و التنویر ۲۳/۱۶۲۔

❷ ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۲۶/۱۵۹؛ و تفسیر التحریر و التنویر ۲۳/۱۶۲۔

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۳/۱۶۲۔

❹ ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۱۵/۱۱۳-۱۴۔

درس ۳۰: ناکارہ اولاد کو باپ کی خوبیوں پر فخر کرنے کا حق نہ ہونا:

آباء و اجداد کے محامد و محاسن کی بنا پر نالائق اور ناکارہ اولاد کا فخر کرنا درست نہیں، کیونکہ مقام و مرتبہ اور قدر و منزلت کے مستحق تو اعلیٰ خوبیوں اور خصلتوں والے ہوتے ہیں، ناکارہ اور نالائق تو نہیں ہوتے۔^①

درس ۳۱: والدین کی کوشش کے بعد اولاد کے بگاڑ کا ان پر اثر انداز نہ ہونا:

والدین کی مقدور بھر کوشش کے بعد اولاد کے بگاڑ سے ان کے مقام و مرتبہ میں کمی نہیں ہوتی۔^② جب ابراہیم و اسحاق علیہما السلام کی نسل میں صریح ظلم کرنے والے ہیں، تو کسی اور کی اولاد کے بارے میں کون گارنٹی دے سکتا ہے؟ اگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کے حالتِ کفر میں مرنے سے ان کی حیثیت میں کمی نہیں ہوئی، تو کسی اور کی حیثیت میں اولاد کے بگاڑ سے کمی کیونکر ہو سکتی ہے؟

البتہ یہ بات ضروری ہے، کہ والدین تادم واپس امکانی حد تک اولاد کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرتے رہیں، وگرنہ اولاد کی گمراہی میں وہ شریک ہوں گے۔

درس ۳۲: اولاد کی اصلاح میں ناکام ہونے والے پریشان والدین کے لیے پیغام تسلی:

آیت کریمہ کے اس حصے میں اولاد کی اصلاحی کوششوں میں بظاہر ناکامی کا سامنا کرنے والے پریشان حال اور کبیدہ خاطر والدین کے لیے اس اعتبار

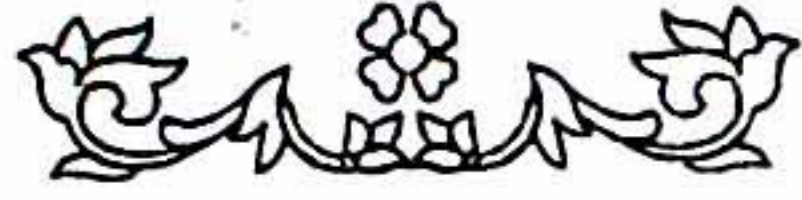
① ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۵۹/۲۶.

② ملاحظہ ہو: الکشاف ۳۵۲/۳؛ وتفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷؛ وتفسیر التحرير والتنوير

۱۶۲/۲۳؛ وتفسیر السراغی ۷۶/۲۳.

سے تسلی اور اطمینان کا پہلو ہے، کہ اس پریشانی میں وہ تنہا مبتلا نہیں، بلکہ خلیل الرحمن اور اسحاق علیہما السلام ایسی عظیم المرتبت ہستیوں کی نسل میں صریح ظلم کرنے والے موجود تھے۔

اے اللہ کریم! ہم سب کی اولادوں اور نسلوں کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا کر ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیے۔ آمین یا حی یا قیوم۔



حرفِ آخر

سب حمد و ثنار بعلیم و حکیم کے لیے، کہ انہوں نے اپنے فضل و کرم سے اس عظیم موضوع کے متعلق ان اوراق کو ترتیب دینے کی توفیق سے نوازا۔ اب انہی سے اس کی قبولیت اور اس میں موجود غلطی اور کوتاہی کی معافی کی عاجزانہ التجا ہے۔ انہ سمیع مجیب۔

خلاصہ کتاب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ قربانی کے حوالے سے بیان کردہ دروس و عبرتوں کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- ۱: احکامِ الہیہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خاطر وطن، اعزہ و اقارب اور مال و اسباب چھوڑ کر ہجرت کرنا۔
- ۲: ہر کام کرنے کا مقصود و مطلوب صرف رضائے الہی کا حصول ہو۔
- ۳: ہدایت دینے کا اختیار اور صلاحیت صرف اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔ ان کے حکم کے بغیر کوئی بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا۔
- ۴: ہدایت انتہائی بیش قیمت نعمت اور انسانیت کی بنیادی ضرورت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر اللہ والے ان سے ہدایت طلب کرنے کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔
- ۵: دعا کرتے وقت اس کی قبولیت کا یقین ہونا چاہیے۔
- ۶: اولاد دینے کی صلاحیت اور اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس بارے میں کسی

اور کچھ بھی دخل نہیں۔

- ۷: دعا اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے ناموں کے ساتھ کرنی چاہیے۔
- ۸: عقل و ایمان والے اولاد کے نیک ہونے کی فکر میں، ان کی ولادت سے پہلے ہی، اس بارے میں دعا شروع کر دیتے ہیں۔
- ۹: اللہ تعالیٰ فریادوں کو پورا کرنے میں اسباب کے محتاج نہیں۔
- ۱۰: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کی طلب سے زیادہ عطا فرماتے ہیں۔
- ۱۱: اہل عقل و ایمان اولاد کے متعلقہ خیر کے معاملات میں ان سے مشاورت کرتے ہیں، البتہ ہر قسم کی اولاد اور ہر مسئلہ قابل مشاورت نہیں ہوتا۔
- ۱۲: بانصیب اولاد باپ کے ساتھ گفتگو میں ادب، احترام، محبت اور پیار کا اظہار کرتی ہے۔
- ۱۳: خوش نصیب اولاد خیر کے کاموں میں والدین کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔
- ۱۴: مشیت الہی کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔
- ۱۵: خیر کے کاموں میں مدد طلب کئے جانے پر اچھے لوگ اظہار تعاون کرتے ہیں۔
- ۱۶: عظیم لوگ احکام الہیہ کی تعمیل بلاچوں و چرا اور کسی قسم کے تردد کے بغیر کرتے ہیں۔
- ۱۷: عقل و ایمان والے لوگ اپنے عہد و پیمان کی بہر صورت پاسداری کرتے ہیں۔
- ۱۸: حکم الہی کی بجا آوری میں بندہ سچے ارادے اور مقدور بھر کوشش کا پابند ہے۔
- کام کا ہونا یا نہ ہونا، اس کی ذمہ داری میں شامل نہیں۔
- ۱۹: اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے، کہ وہ اپنے احکام کی تعمیل کرنے والوں کو مصیبتوں اور سختیوں سے نجات عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت اپنے سب طاعت گزاروں کے لیے ہے۔
- ۲۰: سنت الہیہ ہے، کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔

۲۱: بندوں کی آزمائش ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق ہوتی ہے۔ بلند مقام والوں کی آزمائش بھی شدید ہوتی ہے۔

۲۲: اللہ تعالیٰ جو، جب اور جسے چاہیں، پیدا کرنے کی قدرت کاملہ رکھتے ہیں۔ کسی بھی چیز کی تخلیق کے لیے ان کا [کُنْ] کہنا ہی کافی ہے اور وہ چیز پلک جھپکتے وجود میں آ جاتی ہے۔

۲۳: اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں کے لیے لوگوں کے دلوں میں قبولیت پیدا کرتے اور زبانوں پر ذکرِ خیر جاری کر دیتے ہیں۔

۲۴: ایمان کی پختگی سے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کرنا آسان اور سہل ہو جاتا ہے۔

۲۵: اللہ تعالیٰ اپنے طاعت گزاروں کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی بہترین صلہ عطا فرماتے ہیں۔

۲۶: باپ کی نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اولاد کو دنیا میں فائدہ عطا فرماتے ہیں۔

۲۷: ہدایت و گمراہی حسب و نسب سے مشروط نہیں۔

۲۸: باپ کے فضائل و مناقب ظالم اولاد کو عالی مرتبت نہیں بنا سکتے۔

۲۹: غلط عقیدے اور بُرے اعمال والے کو اعلیٰ خاندان سے نسبت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

۳۰: ناکارہ اولاد کو باپ کی خوبیوں پر فخر کا حق نہیں۔

۳۱: والدین کی اصلاحی کوششوں کے بعد اولاد کے بگاڑ کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

۳۲: اولاد کی اصلاحی کوششوں میں ناکام ہونے والے والدین کے لیے عظیم لوگوں کی نسل میں سے صریح ظالموں کا ہونا پیغامِ تسلی ہے۔

اپیل:

اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے، راقم السطور تمام اہل علم، تربیت کرنے والے حضرات و خواتین، طالب علموں، اہل اسلام، بلکہ پوری انسانیت سے پر زور اپیل کرتا ہے، کہ وہ:

۱: اس قصے میں موجود بیش قیمت دروس اور عبرتوں کو خود سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں، شاید کہ اللہ کریم ان کے فیض کو انسانیت کے لیے عام فرمادیں۔
۲: دیگر قرآنی قصوں اور ان میں موجود عظیم الشان نصیحتوں کو خود سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔

۳: قرآنی قصوں کو پڑھنے پڑھانے اور ان سے فوائد کا استنباط کرتے وقت ضعیف احادیث، اسرائیلی روایات اور بے سرو پا حکایات سے کلی طور پر اجتناب کریں۔
اللہ تعالیٰ اس معمولی کوشش کو قبول فرمائیں۔ اسے میرے، اسلام اور انسانیت کے لیے مفید بنائیں اور اس کی تیاری میں ہونے والی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائیں۔ انہ سمیع مجیب۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ
إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ، وَآخِرَ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ .



المراجع و المصادر

- ١- "الإكليل في استنباط والتزويل" للعلامة السيوطي، بتحقيق ا: سيف الدين عبد القادر الكاتب، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠١هـ.
- ٢- "البداية والنهاية" للحافظ ابن كثير، بتحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي، ط: دار هجر مصر، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.
- ٣- "تحفة الأحوذى" شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبد الرحمن المباركفوري، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.
- ٤- "تفسير البغوي" المسمى بـ "معالم التزويل" للإمام البغوي، (المطبوع على هامش تفسير الخازن)، ط: دارالفكر بيروت، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.
- ٥- "تفسير البيضاوي" المسمى بـ "أنوار التزويل وأسرار التأويل" للقاضي البيضاوي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.
- ٦- "تفسير التحرير والتنوير" للشيخ ابن عاشور، ط: دار التونسية للنشر تونس، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.
- ٧- "تفسير الجلالين" للعلامة جلال الدين المحلي والعلامة جلال الدين السيوطي، ط: دارالتراث العربي للطباعة والنشر القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٨- "تفسير الخازن" المسمى بـ "بُاب التأويل في معاني التزويل"، ط: دارالفكر بيروت، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

- ٩۔ "تفسير السعدي" المسمّى بـ "تيسير القرآن الكريم في تفسير كلام المنان" للشيخ السعدي، بتحقيق الشيخ عبد الرحمن اللويحق، ط: دارالسلام الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٢ هـ.
- ١٠۔ "تفسير أبي السعود" المسمّى بـ "إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ١١۔ "تفسير الطبري" المسمّى بـ "جامع البيان من تأويل أي القرآن" بتحقيق الشيخين محمود محمد شاكر وأحمد محمد شاكر، ط: دارالمعارف بمصر، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ١٢۔ "تفسير القاسمي" المسمّى بـ "محاسن التأويل" للعلامة القاسمي، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨ هـ.
- ١٣۔ "تفسير القرآن بكلام الرحمن" للشيخ ثناء الله الأمرتسري، بتخريج الشيخ عبد القادر الأرنؤوط، وبمراجعة الشيخ صفي الرحمن المباركفوري، ط: دارالسلام الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٣ هـ.
- ١٤۔ "تفسير القرطبي" المسمّى بـ "الجامع لأحكام القرآن" للإمام القرطبي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ١٥۔ "التفسير القيم" للإمام ابن القيم، بجمع الشيخ محمد أويس الندوي، وبتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي، ط: دارالفكر بيروت، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٤٠٨ هـ.
- ١٦۔ "التفسير الكبير" المسمّى بـ "مفاتيح الغيب" للعلامة الرازي، ط: دارالكتب العلمية طهران، الطبعة الثالثة، بدون سنة الطبع.
- ١٧۔ "تفسير ابن كثير" المسمّى بـ "تفسير القرآن العظيم" للحافظ ابن كثير، بتقديم الشيخ عبد القادر الأرنؤوط، ط: دارالفيحاء دمشق و دارالسلام

- الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.
- ١٨- "تفسير المراغي" للأستاذ أحمد مصطفى المراغي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٤هـ.
- ١٩- "جامع الترمذي (المطبوع مع شرحه تحفة الأحوزي) للإمام أبي عيسى الترمذي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٢٠- "جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم" للحافظ ابن رجب، بتحقيق الشيخين شعيب الأرنؤوط وإبراهيم باجس، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٢هـ.
- ٢١- "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٩٨٤م.
- ٢٢- "سلسلة الأحاديث الصحيحة" (المجلد الأول) للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ.
- ٢٣- "سنن ابن ماجه" للإمام ابن ماجه، (المطبوع مع إنجاز الحاجة)، ط: المكتبة القدوسية لاهور، الطبعة الأولى ١٤٢٩هـ.
- ٢٤- "السيرة النبوية الصحيحة" للدكتور أكرم ضياء العمري، ط: مكتبة العلوم والحكم المدينة الطيبة، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٤١٢هـ.
- ٢٥- "صحيح البخاري" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام البخاري، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٢٦- "صحيح الترغيب والترهيب" تحقيق الشيخ الألباني، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الثالثة ١٤٠٩هـ.
- ٢٧- "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.
- ٢٨- "صحيح مسلم" للإمام مسلم، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي، نشر

- وتوزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.
- ٢٩- "صحيح سنن النسائي" صحح أحاديثه الشيخ الألباني، ط: مكتبة التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.
- ٣٠- "فتح الباري" للحافظ ابن حجر، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٣١- "فتح الرحمن بكشف ما يلتبس في القرآن" للقاضي أبي يحيى زكريا الأنصاري، بتحقيق الشيخ عبد السميع، ط: مكتبة الرياض الحديثة الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ.
- ٣٢- "فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير" للعلامة الشوكاني، بتعليق: سعيد اللحام، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٣٣- "الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل من وجوه التنزيل" للعلامة الزمخشري، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٣٤- "المتخب من مسند عبد بن حميد" بتحقيق الشيخ مصطفى العدوي، ط: داربلنسية الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٣هـ.
- ٣٥- "مباحث في علوم القرآن" للشيخ مناع خلیل القطان، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.
- ٣٦- "مسند الإمام أحمد بن حنبل" ط: دارالمعارف بمصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ (أو: ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ).
- ٣٧- "منهج الدعوة إلى العقيدة في ضوء القصص القرآني" للدكتورة منى عبدالله (رسالة دكتوراة).
- ٣٨- "مسند أبي يعلى الموصلي" بتحقيق: حسين سليم أسد، ط: دارالمأمون

للتراث دمشق، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

۳۹۔ ”ہامش المسند“ للشيخ أحمد محمد شاكر، ط: دارالمعارف بمصر، الطبعة الثالثة ۱۳۶۸ھ۔

۴۰۔ ”ہامش المسند“ للشيخ شعيب الأرناؤط ورفقائه، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ۔

اُردو کتب:

۱۔ ”احسن البیان“ حافظ صلاح الدین یوسف، ط: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ طیبہ۔

۲۔ ”اشرف الحواشی“ شیخ الحدیث محمد عبدہ الفلاح، ط: شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور۔

۳۔ ”تقوی: اہمیت، برکات، اسباب“ فضل الہی، ط: مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

۴۔ ”تیسیر الرحمن لبيان القرآن“ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، ط: دار الداعی للنشر والتوزیع ریاض۔

۵۔ ”حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد“ فضل الہی، ط: مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

۶۔ ”نبی کریم ﷺ بحیثیت والد“ فضل الہی، مکتبہ قدوسیہ لاہور۔



مصنف کی اُردو تالیفات

- ۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد
- ۲- نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں
- ۳- نبی کریم ﷺ سے محبت کے اسباب
- ۴- نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم
- ۵- نبی کریم ﷺ بحیثیت والد
- ۶- بیٹی کی شان و عظمت
- ۷- فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے
- ۸- تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب
- ۹- فضائل دعوت
- ۱۰- دعوت دین کون دے؟
- ۱۱- دعوت دین کسے دیں؟
- ۱۲- دعوت دین کس چیز کی طرف دی جائے؟
- ۱۳- دعوت دین کہاں دی جائے؟ (زیر طبع)
- ۱۴- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
- ۱۵- نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
- ۱۶- والدین کا احتساب
- ۱۷- بچوں کا احتساب
- ۱۸- مسائل قربانی
- ۱۹- مسائل عیدین
- ۲۰- لشکرِ اُسامہ کی روانگی
- ۲۱- اذکارِ نافعہ
- ۲۲- رزق کی کنجیاں
- ۲۳- قرض کے فضائل و مسائل
- ۲۴- جھوٹ کی سنگینی اور اقسام
- ۲۵- مختصر حج و عمرہ کی آسانیاں
- ۲۶- حج و عمرہ کی آسانیاں
- ۲۷- زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیر طبع)

مؤلف کی عربی مؤلفات

۱. فضل آية الكرسي وتفسيرها
۲. إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً
۳. حب النبي ﷺ وعلاماته
۴. وسائل حب النبي ﷺ
۵. مختصر حب النبي ﷺ وعلاماته
۶. النبي الكريم ﷺ معلماً
۷. التقوى: أهميتها وثمراتها وأسبابها
۸. أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
۹. الأذكار النافعة
۱۰. من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
۱۱. فضل الدعوة الى الله تعالى ۱۲. ركانت الدعوة الى الله تعالى
۱۳. الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
۱۴. السلوك و أثره في الدعوة الى الله تعالى
۱۵. من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
۱۶. من صفات الداعية: اللين والرفق
۱۷. الحسبة: تعريفها ومشروعيتها وجوبها
۱۸. الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم
۱۹. شبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر
۲۰. مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
۲۱. حكم الإنكار في مسائل الخلاف
۲۲. الاحتساب على الوالدين: مشروعيتها، ودرجاته، وآدابه
۲۳. الاحتساب على الأطفال
۲۴. قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضي الله عنهما (دراسة دعوية)
۲۵. مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
۲۶. التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
۲۷. التدابير الواقية من الربا في الإسلام
۲۸. شناعة الكذب وأنواعه
۲۹. لا تيسوا من روح الله (تحت الطبع)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توفیق الہی سے اس بارے میں کتاب ہذا میں چھیالیس باتیں

پیش کی گئی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں ::

✽ ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم

✽ مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم دینا

✽ شاگردوں کو نام، کنیت یا لقب سے پکارنا

✽ شاگردوں کے لیے دعا

✽ بات کا اعادہ کرنا

✽ دورانِ تعلیم اشاروں، شکلوں اور لکیروں کا استعمال

✽ عمدہ استفسار کی تعریف

✽ طلباء کی صلاحیتوں کا ادراک

✽ آسانی کرنے والے معلم

کتاب کے بعض امتیازی خصائص:

✽ بنیادی معلومات کے لیے مصدر و مرجع کتاب و سنت

✽ آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے استدلال کرتے وقت

تفاسیر اور شروح حدیث سے بھرپور استفادہ

حَضْرَتِ اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُنِي

قرآنی کا قصہ

تفسیر و دروس

Q

297.16

ف 67 ح

93735

پروفیسر اکرم رضا اللہی

دَارُ النُّورِ، اسلام آباد